مجلس ادارت

۱۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ۲۔ ڈاکٹر نذیر احمد

۳۔ ضیاء الدین اصلاحی

معارف کا زرِ تعاون

ہندوستان میں سالانہ اسی روپے فی شمارہ سات روپے

پاکستان میں سالانہ دوسو روپیے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک بیس پونڈ یا بتیس ڈالر

بحری ڈاک سات پونڈ یا گیارہ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ : حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس۔ ایم۔ کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

* سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY
AZAMGARH

* رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر میں ضرور پہونچ جانی چاہیے۔ اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

* خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافہ کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

* معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہیے۔

فہرست

مضمون نگاران معارف

۱۶۴ ویں جلد

ماہ جولائی ۱۹۹۹ء تا ماہ دسمبر ۱۹۹۹ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

فہرست

مضامین معارف

۱۶۴ ویں جلد

ماہ جولائی ۱۹۹۹ء تا ماہ دسمبر ۱۹۹۹ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

جلد ۱۶۳ ماہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۹۹ء عدد ۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

اسلام کی حقیقت سے واقف ہر شخص کو معلوم ہے کہ وہ امن و آشتی، عدل و انصاف اور صلح و رواداری کا مذہب ہے، اس کے آئین میں تشدد، جارحیت، دہشت گردی، ظلم و جور اور ناانصافی کی کوئی گنجائش نہیں، اس نے خدا کے حقوق ادا کرنے پر جس قدر زور دیا ہے اسی قدر مذہب و ملت اور رنگ و نسل کا امتیاز کئے بغیر انسانوں کے حقوق ادا کرنے پر بھی زور دیا ہے، اس نے دشمنوں کے معاملے میں بھی زیادتی اور جارحیت کو روا نہیں رکھا ہے، اسلام کی اسی تعلیم و ہدایت کی بنا پر دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن گئی تھی اور ظلم و ناانصافی، شر و فساد اور تشدد و جارحیت سے پاک ایسا معاشرہ وجود میں آگیا تھا جس میں ہر ایک کو آزادی اور تحفظ میسر تھا، غیر مسلم بھی اسلام کے سایے میں بے خوف و خطر امن و آشتی کے ساتھ رہتے تھے، اسلام نے جنگ و قتال کی اجازت اس لئے دی ہے کہ دنیا میں فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور معاشرے سے ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے۔

آج اسلام پر تشدد، جارحیت، ظلم و تعدی اور امن و امان میں خلل اندازی کا الزام وہ لوگ عائد کر رہے ہیں جن کے ہاتھ غیر قوموں تو درکنار خود اپنی ہی قوم کے خون سے رنگے ہوئے ہیں، جن کے جذبۂ استحصال اور استعمار پسندی نے دنیا پر دو ایسی عظیم جنگیں تھوپیں جن کی لائی ہوئی تباہیوں اور بربادیوں کے چرچے ابھی تک ہو رہے ہیں، ان کی تفریقِ ملل کی پالیسی نے اقوام عالم میں زبردست خلیجیں پیدا کر کے ایک قوم کو دوسری قوم اور ایک ملک کو دوسرے ملک کے خون کا پیاسا بنا دیا ہے، کس کس ملک کا نام لیا جائے ان کی چیرہ دستیوں نے از شرق تا غرب ہر ہر ملک کو تہ و بالا کر رکھا ہے، ان کو اسلام کو تشدد و انتہا پسند اور دہشت گرد کہتے ہوئے شرم

نہیں آتی، بعض بعض ملکوں کے مسلمانوں کے جارحانہ اقدامات کی اصل ذمہ دار یہی استبداد و استعمار اور استحصال کی عادی قومیں ہیں جن کے طرز عمل نے ان کو تنگ آمد بجنگ آمد کے لئے مجبور کیا ہے لیکن مسلمانوں کے غلط اعمال کی ذمہ داری اسلام پر عائد کرنا صریح زیادتی ہے، وہ امن و صلح کا داعی ہے، اقوام و ملل کے استحصال اور خدا کے بندوں کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانے سے اس کا کیا تعلق؟

گزشتہ برسوں میں ہندو مسلم فسادات یک گونہ کم ہوئے مگر پچھلے دو برسوں سے محرم کے موقع پر لکھنؤ وغیرہ میں جو شیعہ سنی فساد ہو رہے ہیں، یہ دونوں فرقوں کی بڑی بدنصیبی اور سخت بدبختی ہے، اسی بنا پر مئی کے شمارے میں جھگڑے اور اختلاف کا باعث بننے والی غیر اہم باتوں کو نظر انداز کر کے ضبط و تحمل سے کام لینے اور باہمی تعلقات کو خوشگوار بنائے رکھنے پر زور دیا گیا تھا، مگر قوم کا مزاج اس قدر بگڑ چکا ہے کہ وہ سود و زیاں سے بے پروا ہو کر دردمندانہ مشوروں کا بھی برا ماننے لگتی ہے۔ اس کو اگر دلچسپی ہے تو سطحی اور لایعنی مشاغل سے، جلسے، جلوس اور دھواں دھار تقریروں سے، نمائشی حبِ رسول کے مظاہرے سے، کرکٹ کی خبروں سے، جب ذمہ دار لوگوں کے شب و روز کا سارا وقت ٹی۔وی پر کھیل تماشا دیکھنے میں گزرتا ہو تو انہیں اسلام کی امن، صلح، محبت، اخوت اور وحدتِ آدم کی تعلیم پر غور کرنے کا موقع کہاں کہ برگ و بار لانے سے پہلے ہی اختلاف و فساد کے شجرۂ خبیثہ کا استیصال کر دیں، وہ اپنے لہو و لعب میں مست رہتے ہیں اور قوم کو ہزیمت پر ہزیمت ہوتی رہتی ہے۔

اردو والوں کو اس خبر سے بڑی خوشی ہوئی کہ دہلی حکومت نے اردو اور پنجابی کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے دیا ہے جس کے بعد ان زبانوں میں حکومت کے تمام احکامات بھی جاری ہوں گے، سرکاری دفتروں میں خطوط اور درخواستیں ان دونوں زبانوں

میں قبول کی جائیں گی اور جواب بھی انہی میں دیا جائے گا، سڑکوں اور دفتروں کی تختیوں پر ہندی کے علاوہ اردو اور پنجابی میں بھی نام لکھے جائیں گے، مدت دراز کے بعد سہی دہلی کی کانگریسی حکومت کو اردو کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو دور کرنے کا خیال تو ہوا، لیکن اترپردیش بھی دہلی کی طرح اردو کا مرکز تھا اور یہاں طویل عرصے تک کانگریس برسراقتدار رہی مگر اس کو اردو کے دوسری سرکاری زبان بنانے کا خیال اپنی حکومت کی جاں کنی کے وقت آیا، وہ جب تک اقتدار کے نشے میں سرشار رہی اردو کے مسئلے کو الجھاتی اور پیچیدہ بناتی رہی۔ ملایم سنگھ دوسری مرتبہ وزیر اعلا بنے تو اردو کو دوسری سرکاری زبان بنایا مگر اردو ٹیچر اور اہل کار مقرر کرنے سے آگے بات نہیں بڑھی جس پر ان کے بعد کی حکومتوں نے پانی پھیر دیا۔ معلوم نہیں اترپردیش میں اردو کے دن کب پھریں گے۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے تعلیمی پروگرام، داخلے اور امتحانات وغیرہ کا ذکر پہلے آچکا ہے، یونیورسٹی کا کام جس رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے وہ لائق ستایش ہے حال ہی میں صدر جمہوریہ ہند مسٹر کے۔ آر۔ نرائن نے ہندوستان کے سابق وزیر اعظم اور اردو کے ممتاز دانش ور جناب اندر کمار گجرال کو یونیورسٹی کا پہلا چانسلر مقرر کیا ہے جس کا پُرجوش خیر مقدم کیا جارہا ہے، ہم بھی صدر کے اس صحیح اور مناسب فیصلے پر ان کو اور مسٹر گجرال کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ وہ اس کمیٹی کے چیرمین تھے جو مسز اندرا گاندھی نے اردو کی ہمہ جہت ترقی کے لئے قائم کی تھی اور جو گجرال کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔ توقع ہے کہ گجرال صاحب کی سرپرستی میں اردو یونیورسٹی کی راہ میں حائل دشواریاں ختم ہوں گی اور وہ اپنے مقاصد پر گامزن رہ کر مزید ترقی سے ہم کنار ہوگی۔

مقالات

قرآنی محاورات اور استعارات

از حافظ منیر احمد خاں ٭

(۳)

الحدید

۳۱۴۔ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ (۱۲) — دوڑے گا ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

دین میں داہنی طرف کو سعادت اور قوت سے انتساب کرتے ہیں کیونکہ یمین کے معنی ہی قوت کے ہیں۔ اصحاب الیمین وہ ہیں جن کو قیامت کے دن ان کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۳۱۵۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (۱۶) — کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں۔ اللہ کی یاد کے لئے۔

یہاں یہ خشوع (فروتنی۔ عاجزی) قلوب سے متعلق ہے (ابصار کے لئے القلم ۴۳۔ المعارج ۴۴۔ النازعات ۹ میں آیا ہے۔)

المجادلہ

۳۱۶۔ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً (۱۶) — ان (منافقوں) نے اپنی قسموں کو

٭ ۲۔ پرانی یونیورسٹی حیدرآباد (سندھ)

ڈھال بنالیا ہے۔

یعنی اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ المنافقون (۲) میں بھی ہے۔

۳۱۷۔ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ　　اور وہ یہ سمجھتے کہ انہوں نے کچھ کیا
شَيْءٍ (۱۸)　　(کچھ اچھی حالت پر ہیں)

یعنی وہ منافق یہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے کیسی اچھی بات کی، کیسا اچھا کام کیا۔

۳۱۸۔ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (۲۲)　　اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

روح سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ الشوریٰ (۵۲) میں ہے۔

الحشر

۳۱۹۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ　　یہ اس لئے کہ وہ اللہ سے اور اس کے
وَرَسُولَهُ (۴)　　رسول سے پھٹے رہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔

۳۲۰۔ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ　　اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل کے واسطے
لِغَدٍ (۱۸)　　اس نے کیا بھیجا ہے۔

کل سے مراد قیامت اور بھیجا ہے سے مراد، کیا ذخیرہ (متاع) جمع کیا ہے جو قیامت میں کام آسکے۔

الممتحنہ

۳۲۱۔ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا　　اور وہ تمہیں پائیں (تم پر دسترس
لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ　　حاصل کرلیں) تو تمہارے دشمن ہوں گے
أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ (۲)　　اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی

زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے۔

یعنی اگر وہ تم پر دسترس حاصل کرلیں تو تم پر ہاتھ دراز کریں گے (یعنی تم کو ایذا پہنچائیں گے) اور تمہیں برا کہیں گے۔

۳۲۲۔ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (۱۰)　　اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو۔

یعنی (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں سے تعلقات باقی مت رکھو۔ مطلب یہ ہے جو دار الحرب میں کفر کی حالت میں تمہاری بیبیاں رہ گئی ہیں ان سے تعلقات مت رکھو۔ ان سے تمہارا نکاح زائل ہوگیا۔

الصف

۳۲۳۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ　　بے شک اللہ دوست رکھتا ہے ان کو
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا　　جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صف باندھ
كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (۴)　　کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

۳۲۴۔ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ　　پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے
قُلُوبَهُمْ (۵)　　دل ٹیڑھے کر دیے۔

یعنی جب وہ غلط راستے پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا۔ (بالکل راہ راست مسدود کردی گئی)

الجمعہ

۳۲۵۔ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا　　جن پر تورات رکھی گئی تھی (پھر انہوں نے
التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا　　اس کی حکم برداری نہ کی) ان کی مثال
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (۵)　　گدھے کی ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔

یعنی - چارپائے برو کتابے چند

المنافقون

[اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً (۲) سورۃ المجادلہ[14] میں بھی آچکا ہے اور فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (۳) پہلے بھی کسی جگہ آچکا ہے]

۳۲۶ - کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ (۴) گویا یہ لکڑیاں ہیں جو دیوار سے ٹکائی ہوئی ہیں۔

وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے وہ دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے ہیں اور باتیں بھی فصاحت سے کرتے ہیں لیکن خلوئے باطن کی وجہ سے محض مہمل اور بے کار ہیں اور ایسی لکڑیوں کی طرح ہیں جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی گئی ہوں۔

۳۲۷ - لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ (۵) وہ لوگ اپنے سر گھماتے ہیں (سر پھیر لیتے ہیں) بے رخی کرتے ہیں اور دین کی طرف نہیں آتے۔

التغابن

۳۲۸ - وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ (۱۶) اور جو شخص اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا۔

یعنی جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا۔ اسی آیت میں حکم ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے احکام) سنو اور مانو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ یہ باتیں نفس پر شاق ہیں اور جو شخص نفسانی لالچ سے محفوظ رہا وہی فلاح پانے والا ہوگا۔

الطلاق

۳۲۹ - وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے

لَّہٗ مَخْرَجًا (۲) نجات کی راہ نکال دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو پریشانیوں سے نجات ضرور مل جاتی ہے۔

التحریم

۳۳۰ - فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (۴) پس ضرور تم دونوں کے دل کچھ ہٹ گئے ہیں

یعنی تم دونوں کے دل جادۂ اعتدال سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ لہٰذا ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز کیا جائے۔

۳۳۱ - وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ (۴) اور اگر تم دونوں ان پر زور باندھو۔

یعنی اسی طرح اگر تم دونوں کارروائی کرتی رہو (اصلاح کرتی رہو)

الملک

۳۳۲ - مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (۲) تو رحمن کی تخلیقات میں کیا فرق دیکھتا ہے؟

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نظامِ تخلیق میں کہیں فرق نہیں کیا۔ یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو بے تکا، بے کار اور فضول بنایا ہو۔ کوئی فرق ہو تو بتادو۔

ع - ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

۳۳۳ - فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (۴)

تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھا۔ نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

اوپر کے جزر کے ساتھ ہی یہ چیلنج ہے۔ یعنی پھر دیکھ (بار بار دیکھ) کہ اللہ تعالیٰ کے نظامِ تخلیق میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں، یاد رکھ تیری نگاہ تھک جائے گی اور تجھے کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔

نگاہ کا تھک کر ناکام پلٹ آنا۔ خاص محاورہ ہے۔

۳۳۴۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (۸)
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شدتِ غضب سے دوزخ پھٹ جائے گی۔

سخت جوش واشتعال سے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا غصے سے پھٹی پڑتی ہے۔

غصے سے پھٹ پڑنا محاورہ ہے۔

۳۳۵۔ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا (۱۵)
وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین پست کر دی (یعنی مسخر کر دی) تو اس کے کندھوں میں چلو۔

یعنی اس پر چلو۔ کندھوں پر چلنا، اس کے راستوں پر چلنا ہے کیونکہ وہ زمین تمہارے لئے تمہارے پیروں کے نیچے ہے۔

۳۳۶۔ بَلْ لَّجُّوْا فِىْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ (۲۱)
بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں اڑے رہے۔

یعنی ان برائیوں میں ڈھیٹ بن کر قائم رہے۔

۳۳۷۔ اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۲)
بھلا ایک شخص جو چلے اوندھا اپنے منہ کے بل وہ سیدھی راہ پائے یا وہ شخص جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر۔

منہ کے بل اوندھا چلنا انتہائی حماقت اور گمراہی کے اظہار کے لئے ہے۔

۳۳۸۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲۷)
پھر جب اسے (قیامت کو) پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے۔

یعنی ہوش اڑ جائیں گے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔

القلم

۳۳۹۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (۹)
وہ (کافر) چاہتے ہیں کسی طرح آپ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی نرم ہوں۔

کفارِ مکہ کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت سخت رویہ ترک کر دیں تو پھر ہم آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے۔ نرم ہو جانا اسی سے متعلق ہے۔

۳۴۰۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (۱۶)
قریب ہے کہ ہم اس کی سونڈ (تھوتھنی) پر داغ دیں گے۔

یعنی اس (سردار قریش۔ ولید بن مغیرہ) کو ذلیل وخوار کریں گے۔

۳۴۱۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (۵۱)
اور ضرور کافر لوگ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ پھسلا دیں گے آپ کو اپنی نگاہوں سے۔

یعنی وہ لوگ تیز نظروں سے آپ کی طرف گھورتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے (تبلیغ سے روک دیں گے)۔

الحاقہ

۳۴۲۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۷)
پھر ان لوگوں کو ان میں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

کھجور کے کھوکھلے ڈھنڈ سے ان لوگوں کو تشبیہ دی ہے۔ یعنی جو لوگ خود کو بہت طاقتور سمجھتے تھے وہ ہوا کے تھپیڑوں سے بے جان ہو گئے۔

۳۴۳۔ وَ تَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (۱۲) — اور یاد رکھے اس کو وہ کان جو سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

یعنی نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے سخت طوفان سے بچا لیا جو رہتی دنیا تک یاد رکھنے کے لائق واقعہ ہے اور جو کان کوئی معقول بات سُن کر محفوظ رکھتے ہوں وہ کبھی نہ بھولیں۔

۳۴۴۔ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ (۱۶) — اس دن (قیامت کے دن) آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا پتلا حال ہوگا۔

وَاهیہ کمزور اور بودے کو کہتے ہیں۔ اس دن آسمان کا حال پتلا ہو جائے گا۔ اور بکھر جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

۳۴۵۔ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (۲۰) — (جس کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا وہ کہے گا کہ) مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

یعنی مجھے اپنے اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا۔

۳۴۶۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ (۴۴-۴۵) — اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم پکڑ لیتے ان کا داہنا ہاتھ

مجرم کا داہنا ہاتھ جلاد پکڑ لیتا ہے تاکہ وہ قبضے میں رہے اور نکل نہ جائے۔

المعارج

۳۴۷۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ — دوزخ بلاتی ہے اس کو جس نے

وَ تَوَلّٰی (۱۷) — پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔

یعنی جس نے دین حق سے پیٹھ پھیر لی اور منہ پھیر لیا۔

۳۴۸۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۱۹) — بے شک انسان بنایا گیا جی کا کچا (بے صبر)

هَلَعَ سے مبالغہ کا صیغہ کمزور ارادہ والا۔ یعنی پریشانی آ جائے تو گھبرا اُٹھے اور خوش حالی ہو تو نیکی کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ عام انسان کا حال ہوتا ہے۔

۳۴۹۔ فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ (۳۶) عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ (۳۷) — تو ان کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔

یعنی قرآن اور جنت کی باتوں کو وہ کفار سُنتے ہیں تو آپ کی طرف دوڑ کر (امنڈ کر) آتے ہیں۔ پھر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ تیز نگاہ سے دیکھنا یعنی نگاہ بھر کر دیکھنا، غور سے دیکھنا مترادفات ہیں۔

۳۵۰۔ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (۴۳) — گویا وہ کسی نشانی پر دوڑتے جاتے ہیں (لپک رہے ہیں)

یعنی اس طرح جھپٹ کر جا رہے ہیں کہ گویا کسی خاص نشان پر پہنچنا ہے۔

نوح

۳۵۱۔ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (۷) — انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے۔

سورۃ البقرہ (۱۹) بھی دیکھئے! نوح علیہ السلام نے جب بھی اپنی قوم کو دین کی طرف بلایا ان لوگوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور خود کو کپڑوں سے ڈھک لیا۔ تاکہ دین کی بات نہ سُنیں۔

کپڑوں سے خود کو ڈھک لیا کہ اگر کان میں کچھ آواز آسکے تو کپڑوں کی وجہ سے وہ سُنائی نہ دے۔ سخت اعراض اور نفرت کا اظہار کیا۔

الجن

۳۵۲۔ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا (۴)
اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف (شیطان؟) اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا۔

یعنی لغو باتیں اپنی طرف سے بڑھا کر کہتا تھا (بڑھ کر بات کہنا، بڑھا کر کہنا۔ لغو کہنا کے مترادف ہے)

المزمل

۳۵۳۔ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۵)
بے شک عنقریب ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

یعنی وزن دار بات۔ پے در پے قرآن کا نازل ہونا بہت وزن دار ہوتا تھا۔ بھاری بات، قدر و قیمت کے لحاظ سے بھی ہے۔

۳۵۴۔ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (۱۷)
اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

یعنی اس روز کی سختی اور لمبائی گویا بوڑھا کر دے گی۔ تھکا دے گی۔

۳۵۵۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ (۲۰)
اور کتنے لوگ مارتے ہیں زمین میں۔

یعنی چلتے ہیں۔ سفر کرتے ہیں۔

المدثر

۳۵۶۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (۳)
اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولیے۔

(اس آیت میں صنعت مقلوب مستوی ہے۔) صرف اللہ تعالیٰ کو بڑا سمجھیے، بڑا کہیے، بڑا کہلائیے۔

۳۵۷۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۵۰، ۵۱)
گویا وہ (کافر) گدھے ہیں بدکنے والے بھاگے ہیں شیر سے۔

یعنی حق کی بات اور شیران خدا کی آواز سُن کر وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے جاتے ہیں۔

القیمہ

۳۵۸۔ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (۲۰)
کوئی نہیں بلکہ (اے کافرو) تم پاؤں تلے کی (چیز کو) دوست رکھتے ہو۔

سورۃ الدھر (۲۷) بھی ملاحظہ ہو۔ یعنی جلد ملنے والی چیز۔ دنیا کا ساز و سامان جو ہیں سامنے ہے (اس کے برخلاف آخرت کا ساز و سامان دیر میں ملے گا)

۳۵۹۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ (۲۴، ۲۵)
اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے گی۔

کمر توڑ دینا۔ عاجز اور بے بس کر دینا۔ مشہور محاورہ ہے۔ اردو میں بھی ہے۔

توڑا اگر شاخ کو کثرت نے ثمر کی   دنیا میں گراں باری اولاد غضب ہے (ذوق)

الدّھر

۳۶۰۔ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا (۷)   اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیل پڑے گی۔

یعنی اس دن کی سختی عام ہوگی۔ اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۰ میں عبوسًا قمطریرًا (بہت ترش اور سخت) فرمایا ہے۔ وہ بھی اسی دن کے متعلق ہے۔

المرسلٰت

۳۶۱۔ فَجَعَلْنٰہُ فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۱ و ۲۲)   پھر رکھا اس کو ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں۔ ایک معلوم اندازے تک۔

یعنی اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ مراد رحم مادر میں۔

النبا

۳۶۲۔ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا (۱۰)   اور ہم نے بنایا رات کو لباس۔

یعنی اوڑھنا۔ رات کی تاریکی سے مخلوق کی پردہ داری ہوتی ہے۔

۳۶۳۔ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا۔ (۱۸)   تو تم چلے آؤگے فوجوں کی فوجیں۔

یعنی الگ الگ جماعتوں اور ٹولیوں میں۔

۳۶۴۔ مَاقَدَّمَتْ یَدٰہُ (۴۰)   جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے۔

سورۃ الکہف (۵۷) میں بھی ہے۔ یعنی اچھے برے اعمال جو اس نے کئے تھے۔

۳۶۵۔ وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (۴۰)   اور کافر کہے گا کہ ہائے میں کسی طرح مٹی ہوتا۔

مٹی ہی رہتا۔ انسان نہ بنتا پھر حساب وکتاب کے لئے پیش نہ ہوتا۔

النّٰزعٰت

۳۶۶۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (۱)   قسم ان (فرشتوں) کی جو کافروں کی جان سختی سے کھینچیں۔

یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالیں۔ دو لفظوں میں کتنی بڑی تکلیف دہ سزا کی ابتدا بتائی ہے۔

۳۶۷۔ وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا (۲)   اور ان فرشتوں کی قسم جو نرمی سے بند کھولیں۔

یعنی جو فرشتے مومن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں۔ (مومن کی جزا کی ابتدا بھی اچھی ہوتی ہے)

۳۶۸۔ اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃٌ (۹)   آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔

(القلم (۴۳) اور المعارج (۴۴) بھی ملاحظہ ہو۔ یعنی اضطراب سے دل دھڑکتے ہوں گے اور ندامت کے مارے آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

۳۶۹۔ وَیَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ (۱۰)   (کافر کہتے ہیں کیا ہم پھر پلٹیں گے الٹے پاؤں؟

یعنی زندگی کی طرف کیا واپس آجائیں گے؟

۳۷۰۔ فَاِذَا ھُمْ بِالسَّاھِرَۃِ (۱۴)   جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

یعنی ایک جھڑکی (نفخ صور) سے میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے۔ (کافر لوگ اس کو مشکل کام سمجھ رہے ہیں)

۳۷۱۔ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا (۴۳) تجھے اس کے ذکر سے کیا تعلق؟

بہت اچھا محاورہ ہے۔ یعنی تم اس کے بارے میں پوچھ کر کیا کروگے؟ (اکثر زبانوں میں اسی طرح بولتے ہیں)

عبس

۳۷۲۔ قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ (۱۷) آدمی مارا جائیو کیا ناشکرا ہے۔

یعنی خدا کی مار ہو (ابوجہل وغیرہ پر) کہ اس قدر بتائے جانے کے باوجود انسان نہیں سمجھتا اور شکر ادا نہیں کرتا۔ خدا کی مار ہو۔ خدا کا غضب ہو۔ یہ ایک قسم کی بددعا ہے کہ جس سے بیزاری ظاہر کی جاتی ہے۔

۳۷۳۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (۳۷) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر پڑی ہوگی (جس میں وہ مبتلا ہوگا) وہی اسے بس ہوگی یعنی کوئی اور فکر ہی نہ ہوگی۔

یعنی ہر ایک کو اپنی اپنی فکر پڑی ہوگی نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

۳۷۴۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (۳۸) اس دن کتنے منہ روشن ہوں گے۔

یعنی مومنوں کے چہرے اس دن خوشی سے روشن ہوں گے۔

۳۷۵۔ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۴۰ و ۴۱) اور کتنے مونھوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔

یعنی کفار کا برا حال ہوگا۔

التکویر

۳۷۶۔ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (۱۸) اور قسم صبح کی جب دم بھرے۔

بعض علماء نے صبح کے دم بھرنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تعبیر کیا ہے۔

۳۷۷۔ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (۲۶) پس تم کہاں بھاگے جارہے ہو۔

یعنی سچا دین اور اس کا علم ہوجانے کے بعد پھر کہاں بھاگتے ہو؟

الانفطار

۳۷۸۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ (۵) (اس دن) ہر جان، جان لے گی جو کچھ کر آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔

یعنی ہر شخص کے تمام اعمال (آگے کے اور بعد کے) سامنے آجائیں گے۔

۳۷۹۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا (۱۹) جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی۔

یعنی کوئی شخص کسی کا کچھ بھلا نہ کرسکے گا۔

المطففین

۳۸۰۔ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم (۱۴) ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

دل پر زنگ اردو فارسی میں بھی بولا جاتا ہے ؎

غش بہم پہنچا، نہ محرومِ تجلی دل کو رکھ
صیقل اس آئینے کی گردِ شکستِ زنگ ہے (سودا)

۳۸۱۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (۱۵) ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گے۔

یعنی کفار اور منکرین محجوب (روکے ہوئے) اور محروم رہیں گے۔

الانشقاق

۳۸۲۔ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ اور وہ جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے

وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (۱۰) پیچھے دیا جائے گا۔

یعنی پیٹھ کے پیچھے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ گویا غایت کراہت کا اظہار ان پر کیا جائے گا۔

۳۸۳۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۱۹) ضرور تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی (منزل بہ منزل)

یعنی انسان کو اپنی عمر کی کتنی منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ سیڑھی سیڑھی چڑھتا ہے۔

البروج

۳۸۴۔ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ اور ان کو مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی کہ
يُّؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (۸) وہ ایمان لائے اللہ عزت والے تعریف والے پر۔

نَقَمُوا۔ نقم سے ماضی جمع مذکر غائب۔ نقم کے معنی پسند نہ کرنا۔ بعض علماء نے اس کا معنی انتقام سمجھا ہے اور اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اس بات کا کہ وہ ایمان لائے۔

الطارق

۳۸۵۔ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۱۲) اور قسم زمین کی جو پھوٹ نکلتی ہے۔

یعنی مینھ کی وجہ سے کھیتی اور درخت پھوٹ پڑتے ہیں۔

الاعلیٰ

۳۸۶۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

یعنی تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو۔ آخرت سے بے فکر ہو کر دنیا کے عیش و آرام میں پڑے

ہوئے ہو۔ ایثار یعنی اختیار کرنا۔ ترجیح دینا۔

الغاشیہ

۳۸۷۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۲) کتنے منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

(خَاشِعَة۔ ابصار کے لئے القلم ۴۳۔ المعارج ۴۴۔ النٰزعٰت ۹ میں آیا تھا)

یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے کی وجہ سے۔ لیکن بعض علماء نے کہا ہے کہ دنیا میں لوگ محنت کر کر کے تھک جاتے ہیں اور وہ سب محنتیں اکارت جائیں گی۔ مراد یہ کہ کافروں کے سب کام اکارت جائیں گے۔

اوپر کی آیت کے برعکس آیت ۸ سے جنتی لوگوں کے "تر و تازہ منہ" اور دیگر آرام و عیش کا ذکر آتا ہے۔

الفجر

۳۸۸۔ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ تو ان پر تیرے رب نے پھینکا عذاب کا
سَوْطَ عَذَابٍ (۱۳) کوڑا (FLOGGING)

یعنی سخت عذاب بھیجا۔

۳۸۹۔ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں کچھ آگے بھیج
لِحَيَاتِيْ (۲۴) دیتا اپنی زندگی میں۔

یعنی حسنات کا توشہ آگے بھیج دیتا جو اب کام آتا۔

۳۹۰۔ وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ (۲۶) اور اس کا جیسا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں کو ایسا سخت عذاب دے گا کہ متصور نہیں ہو سکتا۔

البلد

۳۹۱- وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ (۲) اور آپ پر اس شہر میں کوئی پابندی نہیں۔

یعنی شہر مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں تھی اور آپ سے لڑنے والوں کو مارنے کی بھی ممانعت نہیں تھی۔

۳۹۲- فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ (۱۱) پھر وہ بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔

یعنی انسان کو بکثرت انعامات اور اسباب ہدایت کے باوجود توفیق نہ ہوئی کہ وہ بے تامل دین کی گھاٹی میں کود پڑتا۔ عقبہ (گھاٹی) اس لئے کہا ہے کہ دین کے لئے مشقت اٹھانی پڑتی۔

الشمس

۳۹۳- وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (۱۰) اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔

یعنی نفس کو معصیت میں چھپادیا۔ (دسّٰی یعنی خاک میں ملادیا۔ گاڑدیا)

اللیل

۳۹۴- اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی (۴) بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

سعی کے معنی محنت۔ دوڑ۔ کوشش۔ کمائی۔ یعنی ہر شخص الگ الگ کوششیں کرتا ہے یہاں مراد اس کے اعمال سے ہے۔

الضحیٰ

۳۹۵- مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی (۳) آپ کو آپ کے رب نے نہ چھوڑا اور نہ بیزار ہوا۔

وَمَا قَلٰی کے معنی ایک عالم نے لکھے ہیں "نہ مکروہ جانا"۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ روز وحی نہیں آئی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہرگز نہیں چھوڑا اور ہرگز بیزار نہیں ہوا۔

۳۹۶- وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (۷) اور آپ کو اپنی محبت میں بے قرار (خود رفتہ) پایا تو اپنی راہ دی۔

آپ کے بے قرار اور سرگرداں پھرنے کو ضالاً کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی محبت میں خود رفتہ تھے (اس مقالے کا نمبر ۳۰۳ دیکھیں)

الانشراح

۳۹۷- اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (۱) کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار شقِ صدر ہوا لیکن یہاں یہ بھی معنی ہیں کہ آپ کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے علوم و معارف کے سمندر اتار دیے۔

۳۹۸- وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ اور آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار لیا

اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ (۳۲) جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی۔

یعنی پیٹھ توڑنا یا کمر توڑ دینا سخت تکلیف اٹھانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اب سخت ذمہ داریوں کے برداشت کرنے میں آپ کو سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

۳۹۹- وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (۴) اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کردیا۔

یعنی آپ کی عزت عام کر دی۔ انسانوں اور فرشتوں میں بلکہ آج بھی غیر مذہب والے لوگ آپ کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ، التحیات وغیرہ میں لیا جاتا ہے اور یہ تمام معمولات وقت کے ساتھ ساتھ ہر ہر لمحے میں پوری دنیا میں ہیں اس لئے آپ کا نام ہر لمحہ دنیا کے طبقات میں لیا جاتا ہے ROUND THE CLOCK

التین

۳۰۰۔ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (۴) — بے شک ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا۔

یعنی صورت، سیرت اور صلاحیت میں تمام مخلوقات میں انسان بہترین بنایا گیا۔

۳۰۱۔ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ (۵) — پھر ہم نے اس کو نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

یعنی جب انسان منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ۔

العلق

۳۰۲۔ کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ (۱۵) — ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

یعنی اگر وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ گویا خوب ذلیل کریں گے۔

۳۰۳۔ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَهٗ (۱۵) سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَةَ (۱۶) — پس بلالے اپنی مجلس والوں کو۔ ہم بھی بلاتے ہیں سپاہیوں کو۔

یہ گویا کافروں کو چیلنج ہے کہ دنیا ہی میں وہ مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں ابوجہل ستانا چاہتا تھا تو گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی ایک خندق مجھے نظر آئی جس میں کچھ پر والی مخلوق تھی۔ اس لئے گھبرا گیا۔ (وہ مخلوق دوزخ کے فرشتے تھے)

القدر

۳۰۴۔ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ (۵) — وہ سلامتی ہے صبح طلوع ہونے تک۔

یعنی وہ رات امن اور دل جمعی کی ہے۔ لذت اور حلاوت اس رات کی عبادت میں خاص کیفیت ہے۔

البینۃ

۳۰۵۔ فِیۡهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ (۳) — اس میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

۳۰۵ (الف)۔ وَ ذٰلِكَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَةِ (آیت ۵) — اور یہ سیدھا دین ہے۔

یعنی اس دین میں بھی وہی چیزیں ہیں جو پہلے بھی پسندیدہ کہی گئی تھیں، لیکن پھر بھی نہیں مانتے۔

الزلزال

۳۰۶۔ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا (۲) — اور (اس دن) زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔

قیامت کے دن زمین اپنی تمام دولت اور دوسری چیزیں بھی اگل دے گی، لیکن نفسی نفسی کے عالم کی وجہ سے کوئی ان چیزوں پر نظر نہیں ڈالے گا۔

۳۰۷۔ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ (۶) — اس دن لوگ (اپنے رب کی طرف) پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھا دیے جائیں۔

اشتات یعنی متفرق۔ منتشر۔ (شت کی جمع) مختلف جماعتیں ہوں گی اور مختلف ان کا انجام ہوگا۔

العٰدیٰت

۴۰۸۔ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۸) — اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔

یہاں خیر سے مراد مال ہے۔

القارعہ

۴۰۹۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ — پس جس کی تولیں بھاری ہوں گی وہ
فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ (۷،۶) — من مانے عیش میں رہے گا۔

یعنی جس کے اعمال وزنی (بہت) ہوں گے وہ خاطر خواہ عیش وآرام میں رہے گا۔

۴۱۰۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ — اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں گی تو وہ نیچا
فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ (۹،۸) — دکھانے والی گود (یعنی گڑھا) میں ہوگا۔

دوزخ کو عمیقہ (گڑھا) کہا گیا ہے اور اُم کنایہ ہے ملجا و ماویٰ سے۔ یعنی اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جس طرح بچہ کا ٹھکانا ماں کی گود ہے۔

التکاثر

۴۱۱۔ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ (۱) — تمہیں غفلت میں رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

تکاثر یعنی کثرت پر فخر کرنا۔ یہاں مال کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کو شان سمجھنا۔

العصر

۴۱۲۔ وَالْعَصْرِ (۱) — یعنی قسم ہو زمانے کی۔

زمانے کو تحصیل کمالات وسعادات کا وقت سمجھنا چاہیے۔ بعض علما نے اس سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ لیا ہے جس میں رسالتِ عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور

پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔

الھمزہ

۴۱۳۔ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ — اللہ کی آگ بھڑک رہی ہے وہ جھانک
تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ (۷،۶) — لیتی ہے دلوں کو۔

یعنی وہ آگ فوراً دلوں تک نفوذ کر جائے گی اور دلوں سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کر جائے گی۔ دلوں کو جھانک لینا (دل تک پہنچ جانا) عربی محاورہ ہے۔

الفیل

۴۱۴۔ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ (۲) — کیا ان کا داؤں گمراہی میں نہ ڈالا۔

یعنی تباہ کر دیا اور غلط ثابت ہوا۔

قریش

۴۱۵۔ اِلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ — (اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو)
وَالصَّیْفِ (۲) — مانوس رکھنا ان کو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے۔

اِلٰفِھِمْ۔ ایلاف یعنی الفت کرنا۔ مراد مانوس ہونا۔ مائل ہونا۔

الماعون

۴۱۶۔ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۷) — اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

ماعون یعنی معمولی چیز۔ تھوڑی سی چیز۔ مراد وہ چیزیں جن سے عادۃً منع نہیں کیا جاتا جیسے آگ۔ پانی وغیرہ۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے تباہی ہے جو نہ حقوق اللہ ادا کرتے ہیں اور نہ حقوق العباد۔ نماز ادا کرتے ہیں ریاکاری سے اور معمولی معمولی چیزیں لوگوں کو نہیں دیتے اور روک دیتے ہیں۔

الکوثر

۴۱۷۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۳) بے شک جو شخص آپ کا دشمن ہے وہ دُم کٹا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے فوت ہونے پر کفار نے ایسی گستاخانہ بات کہی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کفار ہی کو ختم کر دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد کو ہر جگہ اور ہمہ وقت پھیلا دیا۔

الکٰفرون

۴۱۸۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۶) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

یعنی تمہیں تمہاری راہ سہی لیکن میں اپنی راہ اور اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا (کلی بیزاری سے ایسا فیصلہ فرمایا) ع کفر کافر را و دیں دیندار را

النصر

۴۱۹۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۲) اور لوگوں کو آپ دیکھیں کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

فوج فوج یعنی کثرت سے اور غول کے غول۔

اللھب

۴۲۰۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱) ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب اور وہ

خود ٹوٹ گیا۔

ہاتھ ٹوٹ جانا یعنی اس کی سب کوششیں ناکام ہوگئیں اور وہ خود بھی تباہ ہوگیا۔

۴۲۱۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (۲) کام نہ آیا اس کو اس کا مال اور جو اس نے کمایا۔

یعنی مال و دولت اور عزت وجاہت کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

کسب یعنی اس نے کمایا۔ ارادہ سے کام کیا۔

۴۲۲۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۴) (ابولہب کی بیوی) لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

ابولہب کی بیوی دولت مند ہونے کے باوجود سخت کنجوسی کی وجہ سے جنگل سے لکڑیاں لاتی تھی اور کانٹے بھی لاتی تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھائے۔

حمّالۃ الحطب چغلخور عورت کو بھی کہتے ہیں۔ وہ چغلیاں کرتی تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتی تھی۔ فارسی میں ہیزم کش چغلخور کو کہتے ہیں۔

۴۲۳۔ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۵) اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہے۔

مسد، مونجھ کی رسی یا کھجور کی چھال کی رسی کو کہتے ہیں۔

ابولہب کی بیوی کے گردن میں ایک قیمتی ہار تھا جو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں خرچ کرنا چاہتی تھی۔ اس ہار کی تشبیہ مسد سے ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ لکڑیوں کے گٹھے کی رسی اس کے گلے میں آپڑی اور اس سے گلا گھٹ گیا اور وہ مرگئی۔ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف مراد ہوسکتی ہے۔

اخلاص

۴۲۴۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴) اور نہیں کوئی اس کے جوڑ کا۔

یعنی ہمسر۔ برابر۔ ایک جیسی طاقت اور قدرت والا کوئی نہیں۔ "کفو" کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔

الفلق

۴۲۵۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (۳) (آپ کہیے کہ میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی) اندھیری رات کی برائی سے جب وہ چھا جائے۔

اندھیری رات میں ہر طرح کی برائی اور بے اعتدالی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور دن ہوتے ہی وہ ختم ہوجاتی ہیں یا کم ہوجاتی ہیں۔

الناس

۴۲۶۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (۴) (آپ کہیے کہ میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔

خناس کے معنی چھپنے والا۔ پیچھے ہٹ جانے والا (شیطان)۔ خنوس سے صیغہ مبالغہ واحد۔ یہ شیطان کے لئے مرادی معنی ہیں کہ وہ نگاہ سے اوجھل ہوکر آدمی کو بہکاتا ہے لیکن جب آدمی اس کے دھوکے سے واقف ہوکر اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے بھاگ جاتا ہے۔

عباسی عہد میں عربی زبان و ادب

از

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن*

زبان و لغت کی اہمیت مسلم ہے، اسی سے کسی قوم کی تہذیبی و فکری سطح کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے خیالات، جذبات اور احساسات کی برتری یا کم تری کا پتہ چلتا ہے، اسی بنا پر دنیا کی تمام قوموں نے اپنی اپنی زبان و لغت سے غیر معمولی دلچسپی اور وابستگی ظاہر کی ہے اور اس کو ترقی دینے اور پروان چڑھانے میں نہایت جوش و خروش سے کام لیا ہے۔ یونانی، چینی، ہندوستانی، ایرانی اور عرب اقوام نے اپنے لسانی و لغوی سرمائے کو محفوظ کرنے اور اسے ترقی دینے کی بڑی کوشش کی ہے، آئیے دیکھیں کہ عربوں نے عربی لغت کی تحصیل و تحفظ میں کس قدر اہتمام کیا ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اہل عرب زمانہ قدیم سے نہایت بہادر، سادہ مزاج، راست گفتار، غیور، حیادار، اپنی تہذیب اور زبان و لغت کے بڑے محافظ اور دلدادہ تھے، تحریر و کتابت کے فن سے ناآشنا ہونے کے باوجود وہ شعر و شاعری، لغت اور خطابت سے بڑی دلچسپی لیتے تھے اور شعری و ادبی محفلیں نہایت اہتمام سے منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک ایک شخص کو سینکڑوں اشعار زبانی یاد تھے جن کو وہ فخریہ دوسرے کو سناتا تھا۔ عربی زبان کے محاورے

* خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔

ضرب الامثال اور نادر الفاظ اسے زبان زد رہتے تھے اور ان کے معانی و مطالب پر اس کی گہری نظر ہوتی تھی۔ جرجی زیدان نے تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ میں زمانہ جاہلیت کے علوم کے ضمن میں لغت، شعر، خطابت، نسب، امثال، اخبار، مجالس الادب اور اسواق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ خالص عربی علوم ہیں جو ان کے خاص ذوقِ ادب کا نتیجہ ہیں۔ یہ علوم ان کے لئے نہایت اہم تھے۔ یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ جرجی زیدان نے زمانۂ جاہلیت کے مذکورہ بالا عربی علوم کو شمار کرتے ہوئے سب سے پہلا نام لغت کا لیا ہے۔ اس سے بھی عربوں کے یہاں اس فن کی اہمیت، مقبولیت اور برتری ظاہر ہوتی ہے۔[1] زمانۂ جاہلیت میں مختلف قبائل تھے اور ہر قبیلے کی زبان مگر الگ اور ایک دوسرے سے مختلف تھی، جیسے بنو تمیم، ربیعہ، مضر، قیس، ہذیل، قضاعہ کی زبانیں۔ ان تمام زبانوں کے مقابلے میں قبیلہ بنو ہاشم کی زبان سب سے زیادہ معتبر اور قابل وثوق تھی، خصوصاً خاندان قریش کی زبان اور لغت زیادہ محفوظ اور معیاری تھی، اسی بنا پر اس کو المبین کہا جاتا تھا۔ عربی دنیا میں آج تک صرف یہی زبان باقی رہ گئی ہے، بقیہ دوسری زبانیں وقت اور حالات کے ساتھ یا تو بدل گئیں یا ختم ہو گئیں۔[2]

جب اسلام سایہ فگن ہوا تو قرآن پاک قبیلہ قریش کی زبان میں نازل ہوا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی زبان تھی۔ جب مسلمان عرب سے باہر نکلے تو اسی زبان کو لے کر دوسرے ممالک میں پہنچے۔ جس کی وجہ سے یہی زبان دنیا میں پھلی پھولی اور پروان چڑھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قبیلہ قریش میں پیدا ہوئے تھے اور بنی سعد کی گود میں پرورش پائی تھی اس لئے آپ کی زبان خود مستند و معتبر تھی۔ چنانچہ آپؐ نے ایک بار فرمایا "میں افصح العرب ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا۔ اور میری تربیت بنی سعد میں ہوئی" (صحاح ستہ) قرآن پاک اور

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ۱/۳۱۔۔۴۰ [2] ایضاً ۱/۵۰۔۴۳۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اگرچہ بالکل واضح، فصیح اور صاف ستھری تھی تاہم قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر بعض ایسے الفاظ بھی آئے جس کے معنی و مفہوم اجلہ صحابہ تک سمجھ نہ پاتے تھے، اس مشکل کے حل کے لئے وہ آپؐ کی طرف رجوع کرتے یا اشعار عرب کی مدد سے انہیں حل کرتے تھے۔ آپؐ چونکہ قرآن پاک کے شارح اور مبین تھے، اس لئے قرآن پاک کے مشکل الفاظ کی تشریح و توضیح بھی فرماتے تھے اور خود اپنے الفاظ کی بھی وضاحت فرما دیتے تھے۔ چونکہ زمانۂ جاہلیت کا شعر عربوں کا دیوان اور قیمتی اثاثہ تھا اس لئے صحابۂ کرام قرآن مجید کی لغوی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اس سے بھی مدد لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا "شعر عربوں کا دیوان ہے۔ جب قرآن پاک کے کسی لفظ کا مفہوم معلوم نہ ہوتا تو ہم عربی اشعار کی طرف دیکھتے، جب قرآن کی بات سمجھ میں نہ آئے تو عربی شعروں میں تلاش کیجئے کیونکہ اشعار عربوں کے دیوان ہیں"۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عربی زبان، اشعار اور لغت کے بڑے ممتاز عالم اور قرآن و حدیث کے معتبر مفسر اور شارح تھے۔ وہ قرآنی الفاظ کے معنی و مفہوم سے بخوبی واقف اور اس باب میں لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، ان کی طرف دو کتابیں بھی منسوب ہیں ایک غریب القرآن جس کا ایک نسخہ بقول بروکلمان برلن کی لائبریری میں محفوظ تھا[2] اور دوسری التفسیر الکبیر جس کا ایک قلمی نسخہ شیخ الاسلام عارف حکمۃ اللہ الحسینی مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اگرچہ یہ دونوں کتابیں ان کی خود نوشت نہیں ہیں تاہم وہ لغت نگاری کے بانی اور موسس تھے۔[3] قرآن پاک اور ارشادات نبویؐ کی فہم و معرفت چونکہ ایک دینی ضرورت بھی تھی، اس لئے دوسرے صحابہ کرام کو بھی عربی زبان و لغت سے رغبت اور دلچسپی تھی اور وہ اس کو

---

[1] مقدمہ الصحاح ۲۸ [2] بروکلمان ۱/۳۱، [3] دائرہ معارف علوم اسلامیہ ۱۴/۲۱۳۔ مقدمہ الصحاح ۴۸

بڑے اہتمام سے سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت عمر فاروقؓ نے درس قرآن دینے والوں پر یہ پابندی عائد کی تھی کہ وہ عربی لغت سے پوری واقفیت کے بعد ہی درسِ قرآن دیں۔ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان و لغت کی فضیلت و برتری اس وقت بیان فرمائی جب ایک صحابی نے ایک لفظ غلط طور پر استعمال کیا تو آپؐ نے فرمایا: "ارشدوا اخاکم فقد ضل" (اپنے بھائی کی مدد کرو کیونکہ یہ بھٹک گیا ہے) ایک لفظ کے غلط استعمال کو آپؐ نے ضلالت و بھٹکنے کے لفظ سے تعبیر فرمایا جس سے عربی زبان و لغت کی اہمیت پوری طرح نمایاں ہوتی ہے۔[1]

عباسی دور | عباسی دور اسلام کا زریں عہد ہے جس میں مسلمانوں نے تہذیب و تمدن، علوم و فنون، شعر و ادب، حکومت و سیاست، معیشت و معاشرت ہر میدان میں نمایاں ترقی کی۔ یہ دور ۱۳۲ھ سے شروع ہو کر ۶۵۶ھ پر ختم ہوتا ہے۔ اموی دور کے بعد جب یہ حکومت قائم ہوئی تو پایۂ تخت دمشق کے بجائے بغداد کو قرار دیا گیا جو ایران سے قریب تھا اور جہاں ایرانی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی روشنی بلا واسطہ پہنچ رہی تھی اور عربوں کی تہذیبی و تمدنی زندگی پوری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے ہمیشہ کے لئے عباسی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ دور پانچ صدیوں سے زیادہ مدت پر محیط ہے جس میں ۳۷ حکمراں یکے بعد دیگرے تخت نشیں ہوئے اور کم و بیش سب نے اسلامی تاریخ میں اپنا نقش چھوڑا۔

عباسی دور میں گوناگوں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سیاسی لحاظ سے عربوں کا اقتدار ختم ہو گیا تھا اور غیر عرب یعنی ایرانی، ترکی، رومی اور ہندوستانی عناصر ہر چہار جانب پھیل گئے تھے۔ ان ہی کے خیالات، افکار اور نظریات کی جھلک ہر طرف دکھائی پڑتی تھی۔ اس زمانے میں

[1] دائرۂ معارف علوم اسلامیہ ۲۱۱/۱۴

عربوں سے نفرت و عداوت اور ایرانیوں کے ساتھ لگاؤ اور دلچسپی بہت بڑھ گئی تھی اور ایرانی تہذیب و تمدن کا بول بالا ہو گیا تھا۔ مختلف تہذیبوں کے اتصال سے مسلمانوں کے رہن سہن، کھانے پینے کے آداب، سوچنے اور غور و فکر کرنے کے طور طریقے بھی بدلنے لگے تھے۔ خوش حال، متمدن اور تعیش پسند زندگی گزارنے کو فوقیت دی جانے لگی تھی، علمی و ادبی لحاظ سے نہایت وسعت اور ترقی ہو چکی تھی، یونانی، ایرانی اور ہندوستانی علوم و فنون کے ترجمے بڑے اہتمام اور تیزی سے ہونے لگے تھے جس کی وجہ سے عربی علوم و فنون میں وسعت، گہرائی و گیرائی آنے لگی تھی۔ عربی شعراء و ادباء کا انداز فکر اور اسلوب بیان بدل گیا تھا تشبیہات، استعارات، تمثیلات کی بھرمار اور کثرت ہونے لگی تھی جو اہل ایران کا خاصہ تھا۔ عربی زبان اور لغت سے بے رغبتی اور لاپرواہی بڑھتی جا رہی تھی۔ قرآن و حدیث کے فہم و ادراک میں فرق آنے لگا تھا۔ ان کے معنی و مفہوم کی تشریح و توضیح میں عجمی فکر داخل ہونے لگی تھی۔[1] ان تبدیلیوں اور ترقیوں کی روشنی میں جب ہم عباسی دور پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں جہاں ایک طرف سیاسی، تمدنی اور علمی لحاظ سے ترقی نظر آتی ہے وہاں دوسری طرف عربی زبان و لغت اور قرآن و حدیث بڑے نازک اور اہم موڑ پر دکھائی دیتے ہیں، ایسے پُرآشوب دور میں جن علماء نے عربی زبان و ادب کے تحفظ کی خدمت انجام دی وہ اس دور کا شاندار اور اہم علمی کارنامہ ہے، جس کا سطور ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

لغت نویسی کے اسباب | مقدمہ الصحاح میں عربی لغات مرتب و مدون کئے جانے کا پہلا سبب قرآن پاک کے فہم کو بتایا گیا ہے۔ دور عباسی کے بدلے ہوئے حالات میں علمائے لغت کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قرآن پاک کے الفاظ کے معنی و مفہوم اور اس کی اصل مراد

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ۲/۵۲-۳۰، مقدمہ ابن خلدون (ترجمہ اردو) ۵۷، تاریخ ادب عربی ۱/۳۱۳-۳۰۸۔

و منشا میں کوئی ردوبدل نہ ہوجائے اور لوگ عجمی خیالات وافکار سے متاثر ہوکر اس کی روح سے ناآشنا نہ ہوجائیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کے تمام الفاظ اور کلمات کی تفسیر اس روشنی میں کی جائے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انہیں اس بات کا بھی خوف تھا کہ جو علمائے لغت اس وقت زندہ ہیں ان کی وفات کے بعد ان کا لغوی سرمایہ ضایع نہ ہوجائے اور لوگوں کے پاس کوئی سند باقی نہیں رہے۔ انہیں اس کا بھی احساس تھا کہ قرآن پاک کا صحیح فہم اس کی لغوی تفسیر ہی پر موقوف ہے، کیونکہ اس میں ایسے غریب اور نادر الفاظ بھی ہیں جنھیں عہد صحابہ میں بعض فصحائے عرب بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب "فاکھتہ وابا" اور حضرت عبداللہؓ ابن عباس "فاطر" کے معنی اسی وقت مکمل طور پر سمجھ سکے جب انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے دریافت کیا۔ یہی اندیشہ احادیث نبویؐ کے بارے میں بھی تھا کہ اگر ان کے الفاظ کے معنی و مفہوم کی تعیین عربی زبان و لغت کی روشنی میں نہ کردی جاتی تو لوگوں کو من مانی کرنے اور اپنی طبیعت سے ان کی تشریح و توضیح کرنے کا پورا پورا موقع ہاتھ آجاتا علمائے لغت نے یہ لغوی خدمت محض دینی اور مذہبی جذبے سے کی تھی۔

دوسرا سبب عربی زبان اور اس کی لغت کی حفاظت کا خیال تھا۔ علمائے لغت اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ قرآن و حدیث جس عربی زبان میں ہیں اسے ہمہ گیر، آفاقی اور دائمی بننا ہے۔ اس میں زبان و بیان کی جو آسانی و خوبی ہے۔ اس کی بنا پر دنیا کے تمام علوم و فنون کو اس میں پھلنے پھولنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت سے نہ صرف قرآن و حدیث کی خدمت ہوگی بلکہ تمام علوم و فنون کی آب یاری بھی ہوگی۔[1]

---

[1] مقدمہ الصحاح ۴۴۔

لغت نویسی کے اصول وضوابط

جب یہ معلوم ہوگیا کہ لغت نویسی ایک دینی ضرورت تھی جس کے تحت علمائے لغت اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کی بنا پر انہوں نے اس کی ترتیب و تدوین اور تصنیف و تالیف میں نہایت محتاط اور ذمہ دارانہ طریقے اختیار کئے اور اس کے کچھ محکم اصول وضوابط مرتب کئے تاکہ اس میں کوئی عیب و نقص نہ رہنے پائے اور قرآن و حدیث کی حفاظت بدرجۂ اتم ہوسکے۔ چنانچہ عرب کے ان قبائل کی لغات کو اصل و بنیاد بنایا گیا جن کا اختلاط دوسری زبانوں کے لوگوں سے نہ تھا۔ جزیرۃ العرب کے جن سرحدی قبائل کا اختلاط ہندی، فارسی، حبشی اور رومی زبانیں بولنے والوں سے ہوگیا تھا ان کی زبان کا کوئی اعتبار و لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ صرف ان قبائل کی لغات کو مدون کیا جو نسلاً اور زبان کے لحاظ سے خالص عربی تھے اور ان میں بھی زیادہ تر لغت قریش پر اعتماد کیا جو اپنی عربی زبان و لغت کو محفوظ کرنے کے لئے تمام عرب میں شہرت و امتیاز رکھتے تھے۔ تاہم نہ ان کی صرف سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کیا اور نہ انہیں بلا تحقیق سند کے طور پر تسلیم کرلیا بلکہ جو اصول روایتِ حدیث کے سلسلے میں قوت و ضعف کے لحاظ سے تسلیم شدہ تھے انہیں کو لغت کی تدوین میں بھی معیار قرار دیا گیا۔ بنیادی طور پر یہ اصول حسب ذیل تھے۔

متواتر، مشہور، خبر احاد، منقطع، موضوع۔

متواتر/مشہور: لغت کے سلسلے میں جن الفاظ کے معنی و مفہوم مسلسل بیان کئے گئے تھے انہیں کو معتبر سمجھا گیا اور انہیں کو سند کے طور پر پیش کیا گیا، امام لغت ابن الانباری نے کتاب لمع الادلہ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ جو لغت قرآن یا حدیث میں متواتر روایات کے ساتھ بیان ہو وہ قطعی ہے یعنی قرآن و حدیث کے الفاظ جن معانی کے لئے مستعمل ہوئے ہیں ان کے وہی معنی یقینی ہیں۔ زبان یا وقت کے بدلنے سے ان کے معنی میں کوئی

تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

امام رازی نے محصول میں فرمایا لغت اور قواعد صرف ونحو کے وہ حصے جو قرآن پاک کے نزول اور عہد رسالت کے زمانے سے معروف و مستعمل رہے اور متواتر نقل کئے گئے وہ قطعی ہیں۔ مثلاً سماء آسمان کے لئے، ارض زمین کے لئے، ماء پانی کے لئے، نار آگ کے لئے، قرآن وحدیث میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اسی طرح فاعل کو ہمیشہ مرفوع، مفعول کو منصوب اور مضاف الیہ کو مجرور پڑھا گیا ہے۔ ظاہر ہے زمان ومکان کے بدلنے سے اگر اس میں کوئی تبدیلی ہوجائے تو نہ اس کا کوئی اعتبار ہوگا اور نہ وہ قابل سند سمجھی جائے گی۔

خبر احاد:۔ خبر احاد لغت میں وہ ہے جس کے نقل کرنے والے ایک دو آدمی ہوں۔ اس کے بارے میں علمائے لغت کا اتفاق ہے کہ اس کے راوی کے حالات پر نظر کی جائے گی اگر وہ اپنے صحیح فہم، حافظہ اور ثقاہت کے لحاظ سے قابل وثوق ہے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ائمہ لغت کی اکثریت اس کے مخالف نہ ہو۔ ابن الانباری نے کہا کہ ناقل حدیث کی طرح ناقل لغت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد ہو۔

منقطع:۔ ابن الانباری نے لمع الادلہ میں لکھا کہ جس طرح حدیث میں سند منقطع کا اعتبار نہیں کیا جاتا اسی طرح لغت میں بھی نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ایسی روایت مردود ہوگی۔

موضوع:۔ جس طرح محدثین نے ناقابل اعتبار روایات کو موضوع کہہ کر الگ کردیا ہے اسی طرح ائمہ لغت نے بھی اس قسم کے بے اصل الفاظ کو موضوع کے نام سے موسوم کرکے علیحدہ کردیا ہے اور ان کے استعمال کو ناجائز کہا ہے۔

مُولّد:۔ وہ الفاظ جن کی اصل عربی زبان میں نہیں ہے بلکہ دوسری زبان کے الفاظ ہیں لیکن غلط العوام کے طور پر عربی زبان میں رائج ہوگئے ہیں۔ ایسے الفاظ کو

علمائے لغت نے متروک قرار دیا ہے اور انہیں سند کے طور پر پیش کرنے سے منع کیا ہے۔

معرب/دخیل جو الفاظ دور جاہلیت یا زمانۂ نزول قرآن میں عربی لغات کے جز رہوگئے تھے اور جنھیں فصیح قرار دے دیا گیا تھا وہ معتبر خیال کئے جائیں گے۔ ان کو اب غیر عربی کہنا بھی مجازی ہے[1]

تدوین لغت عباسی حکومت کے زمانے میں عجمیت کے زور واثر سے جب عربی زبان کی حیثیت مجروح ہونے لگی اور اس کے الفاظ ومعنی ومفہوم میں بھی تبدیلی ہونے لگی تو علمائے لغت کی ایک جماعت اسے خارجی اثرات سے پاک کرنے اور عربی زبان کو خالص، بے میل اور صحیح صورت میں پیش کرنے کے لئے میدان عمل میں آگئی۔ چونکہ شہری زندگی عجمی اثرات سے زیادہ متاثر ہوئی تھی، اس کے برخلاف دیہاتی زندگی لسانی ولغوی لحاظ سے صحیح اور خارجی اثر سے پاک تھی اس لئے اس نے سب سے پہلے عرب کے فصیح بادیہ نشینوں سے تعلقات قائم کئے اور خالص عربی زبان ولغت کو پوری طرح حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں خلیل بن احمد (م ۱۷۰ یا ۱۷۵ھ) خلف الاحمر (م ۱۸۰ھ) یونس بن حبیب الضبی (م ۱۸۲ھ) الکسائی (م ۱۸۹ھ) الاصمعی (م ۲۱۵ھ) ابن درید (م ۳۲۱ھ) الجوہری (م ۳۹۵ھ) کے اسماء قابل ذکر ہیں جنھوں نے عرب کے بادیہ نشینوں سے فصیح عربی زبان اور لغت حاصل کی۔ عربی کے صحیح کلمات اور ان کے لہجہ وتلفظ کو ان کے اصلی مصادر وماخذ سے اخذ کیا اور پھر انہیں تصنیف وتالیف کی صورت میں محفوظ کیا۔ اس طرح پہلے لغت کی تدوین ہوئی اور پھر لغت نویسی کی بنیاد پڑی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان علمائے لغت نے عربی زبان کو ہر طرح کی آمیزش سے محفوظ رکھنے میں بڑی

۱؎ مقدمہ المنجد (اردو ترجمہ)

احتیاط اور ذمہ داری سے کام لیا ہے۔ جو کلمہ ان کو غلط، غیر فصیح اور غیر ملکی نظر آیا اس کے استعمال کو ناجائز قرار دیا اور وہ جدید لغت کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے تھے کہ عرب کے بادیہ نشینوں نے اس کا استعمال نہیں کیا ہے۔ غرض انہوں نے زبان کی حفاظت کے لئے جتن کیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

لغت نویسی کا آغاز

عربی زبان میں لغت کی کتاب کے لئے معجم کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو اصطلاحاً مفرد الفاظ کی کثیر تعداد اور ان کے معانی و مطالب پر مشتمل ہوتی ہے خواہ اس کی ترتیب حروف ہجا کے مطابق کی گئی ہو یا موضوع کے اعتبار سے۔ المعجم الکامل (مکمل ڈکشنری) وہ کتاب سمجھی جاتی ہے جس میں کسی زبان کے ہر لفظ کا ذکر اس کے اشتقاق، تلفظ اور طریقۂ استعمال کے ساتھ مفصلاً کیا گیا ہو اور الفاظ کے مواقع استعمال کے شواہد بھی پیش کئے گئے ہوں۔ لفظ معجم کا استعمال سب سے پہلے محدثین کرام نے کیا تھا چنانچہ تیسری صدی ہجری میں امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب الجامع الصحیح میں ایک باب

"باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر فی الجامع ....

.... کے عنوان سے باندھا ہے۔ امام صاحب نے کتاب الجامع الصحیح میں راویوں کے اسماء کو حروف معجم کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ معروف محدث ابو یعلی احمد بن علی بن ہلال التیمی الموصلی (م ۲۱۰-۳۰۷ھ) نے سب سے پہلے اپنی کتاب کا نام معجم الصحابہ رکھا جس میں صحابۂ کرام کے حالات زندگی کو حروف ہجا کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (ابن بنت منیع) (م ۲۱۳-۳۱۵ھ) نے اسمائے صحابہ کے موضوع پر المعجم الکبیر اور المعجم الصغیر کے نام سے دو کتابیں مرتب کیں۔ اس کے بعد محدثین کرام نے اس نام سے بکثرت کتابیں لکھیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون

میں ایسی ۲۵ کتابوں کے نام لکھے ہیں جو عباسی دور میں المعجم کے نام سے لکھی گئی تھیں اور پھر انہوں نے ان کتابوں کے بارے میں ضروری تفصیلات بھی ان کے مصنفین کے حالات کے ساتھ بیان کی ہیں۔ یہ تمام کتابیں احادیث و محدثین کے متعلق ہیں، صرف دو کتابیں ادباء و شعراء کے حالات میں ہیں[1]

بعد میں لغت نگاری کا دائرہ مزید وسیع ہوا اور مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی جانے لگیں جو لغوی ترتیب سے ہوتی تھیں۔ مثلاً طبقات کے نام سے کتابیں لکھی گئیں۔ جیسے طبقۃ النحاۃ، طبقۃ الشعراء، طبقۃ المحدثین، طبقۃ القراء وغیرہ۔ اسماء کے عنوان سے بھی کتابیں لکھی گئیں جن کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی تھی جیسے اسماء الذئب، اسماء السیف، اسماء الخیل وغیرہ۔ علمائے لغت نے معجم کا لفظ محدثین کرام ہی سے اخذ کیا ہے، جو اعجام سے بنا ہے جس کے معنی حروف پر نقطے لگانے کے ہیں۔ حروف پر نقطہ لگانے سے چونکہ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور ان میں کسی طرح کی مشابہت نہیں رہتی اس لئے علمائے لغت معجم کا اطلاق لغت کی کتاب پر کرنے لگے۔

عربی لغت نگاری

عباسی دور میں مفرد الفاظ کی جمع و ترتیب اور ان کی تحقیق و تدقیق پر گوناگوں مفید اور اہم خدمات انجام دی گئیں۔ مثلاً مفرد الفاظ جمع کئے گئے۔ ایسے الفاظ کو یکجا کیا گیا جو شکلاً ملتے جلتے اور معنی و مفہوم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قریب تھے۔ مثال کے طور پر قد اور قط جن کے معنی چیرنے اور پھاڑنے کے ہیں۔ قضم اور خضم جن کے معنی چبانے کے ہیں۔ اسی طرح ایسے الفاظ مرتب کئے گئے جو کثیر المعانی تھے۔ مثلاً العین جس کے معنی چشمہ، آنکھ، زانو اور جاسوس کے ہیں۔ اس سلسلے میں الخیل اور خلق الانسان

۱؎ کشف الظنون ۲/۱۷۳۳-۱۷۳۷۔

کے موضوع پر سب سے پہلے ابومالک عمرو بن کرکرہ الاعرابی نے ایک کتاب لکھی جو خلیل بن احمد کے استاد تھے۔ ابوعمرو الشیبانی (م ۲۰۶ھ) نے کتاب النحل اور الاصمعی (م ۲۱۵ھ) نے کتاب العسل لکھی۔ اسی طرح ابن الاعرابی (م ۲۳۱ھ) نے کتاب الذباب اور نضر بن شمیل (م ۲۰۴ھ) نے کتاب خلق الفرس تالیف کی۔ ان کے علاوہ اس دور میں نوادر الفاظ پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس موضوع کی پہلی کتاب ابوعمرو بن العلاء (م ۱۵۷ھ) کی ملتی ہے۔ اس کے بعد القاسم بن محسن الکوفی (م ۱۷۵ھ) یونس بن حبیب الضبی (۱۸۳ھ) اور ابوزید الانصاری (م ۲۱۵ھ) کی کتابیں ملتی ہیں۔

اس عہد میں عربی زبان و لغت پر تحقیقی و تنقیدی لحاظ سے بھی کام کیا گیا۔ جو کلمات غیر فصیح تھے ان پر نقد و جرح کر کے کتابیں لکھی گئیں۔ اس موضوع پر الکسائی (م ۱۹۳ھ) نے ایک رسالہ ما تلحن فیه العامه لکھا۔ جس میں اس نے واضح کیا کہ جو کلمات عوام استعمال کرتے ہیں وہ قابل سند نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ابو عبیدہ (م ۲۰۵ھ) ابوبکر محمد بن الحسن الزبیدی الاشبیلی (م ۳۷۹ھ) نے عامی زبان اور اس کے لحن پر کتابیں لکھیں۔ اس کے علاوہ عربی قواعد و اصول کی ترتیب و تہذیب کی گئی ہے اور اس موضوع پر نہایت اہم کتابیں لکھی گئیں۔ معرب اور دخیل الفاظ کی تحقیق کی گئی اور جو الفاظ بعد میں مروج ہو گئے تھے انہیں الگ کیا گیا۔ کیونکہ یہ سند کے قابل نہیں تھے۔ مترادف الفاظ میں عام طور پر فرق نہیں معلوم ہوتا لیکن علمائے لغت نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھ کر ان کے درمیان نازک اور دقیق فرق کو واضح کیا۔ زمانۂ جاہلیت کی شاعری جو عربی زبان و ادب کا بڑا اہم سرمایہ ہے۔ گو عہد صحابہ میں محفوظ ہو چکا تھا تاہم اس دور میں ان کی مزید حفاظت کا سامان کیا گیا اور تحریری اور تحقیقی صورت میں انہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔

ضرب الامثال اور محاورے ہر زبان کا قیمتی اثاثہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے اس زبان کی وسعت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور میں اس پر بھی خصوصی طور سے کام کیا گیا اور کتابیں لکھی گئیں۔

غریب القرآن اہم ترین موضوع ہے جو علمائے لغت کا سب سے زیادہ مرکز توجہ بنا کیوں کہ اس سے وہ الفاظ مراد ہیں جو قرآن پاک میں استعمال ہوئے ہیں لیکن بظاہر غیر معروف لگتے ہیں۔ علمائے لغت نے بڑی دیدہ ریزی اور محنت شاقہ کے بعد اس موضوع پر کتابیں لکھیں اور اس مقدس کتاب کو کسی طرح کے اعتراض اور الزام سے پاک رکھنے کی شاندار کوشش کی۔ جن کی مثال کسی دوسری زبان میں نہیں ملتی۔ اس موضوع پر ابان بن تغلب بن رباح البجریری (م ۱۴۱ھ) کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ جس نے دوسری صدی ہجری [illegible] میں ہی غریب القرآن نامی کتاب تصنیف کی۔ یہ نہایت معروف قاری، فقیہ، لغوی، بڑے ثقہ اور بلند پایہ عالم تھے۔ اس کتاب میں انہوں نے شواہد کے طور پر عربی اشعار بھی پیش کئے ہیں۔

بعض معروف و ممتاز علمائے لغت

علمائے لغت نے جب ایسی کتابیں تحریر کیں جو ایک خاص ترتیب کے مطابق مفرد الفاظ پر مشتمل تھیں اور جن میں الفاظ کے معانی و مطالب بھی بیان کئے گئے تھے تو اس کے بعد لغت نویسی کا عام دور شروع ہوا۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ چند ممتاز علمائے لغت کے حالات اور کارنامے پیش کریں گے، جنھوں نے لغوی سرمائے کو محفوظ کرنے میں بڑی اہم خدمت انجام دی ہے۔

خلیل بن احمد البصری الفراہیدی (۱۰۰ تا ۱۷۰ یا ۱۷۵ھ): یہ دوسری صدی کے مشہور عالم اور ممتاز نحوی ہیں، سیبویہ جیسا امام نحو اور نضر بن شمیل ان کے شاگرد تھے۔

انہوں نے عربی گرامر کی ترتیب وتالیف میں ناقابل فراموش اور یادگار خدمت انجام دی ہے
یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب العین کے نام سے باقاعدہ لغت کی کتاب ترتیب دی جو
حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اس میں حروف کے مخارج کی ترتیب کو بنیاد بنایا۔ انہوں نے
حروف حلقی سے کتاب کا آغاز کیا۔ اس کے بعد ان حروف کو لیا جو زبان سے نکلتے ہیں، پھر
دانتوں سے اور ہونٹوں سے نکلنے والے حروف کو یکجا کیا۔ امام رازی کتاب المحصول میں
لکھتے ہیں کہ خلیل کی کتاب عربی لغت کی اساس ہے۔ یہ عربی زبان کی پہلی کتاب ہے جس کو
ہم باقاعدہ طور پر ڈکشنری کہہ سکتے ہیں۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے خلیل
بن احمد کے بارے میں لکھا ہے "غرض یہ کہ حضرت ابن عباسؓ اور ان کے بعد ابان بن تغلب
نے لغوی تصنیف کی تخم کاری کی تھی اور خلیل بن احمد نے کتاب العین کے نام سے ایک ایسی
کتاب تصنیف کی جسے ہم اصطلاحاً ڈکشنری کہہ سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے خلیل بن احمد اولین
لغت نویس ہے جس نے کسی کی تقلید کئے بغیر اس جدید فن کا آغاز کیا"[1] کتاب العین کو علمی
دنیا میں نہایت مقبولیت حاصل ہوئی۔ مختلف علمائے لغت نے اس پر نقد وجرح کیا،
اس کی شرحیں اور خلاصے تیار کئے۔ المفضل بن سلمہ، عبداللہ بن محمد الکرمانی اور ابن درید
نے کتاب العین پر جو نقد وجرح کی وہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ ابوبکر الزبیدی نے اس کا
جو خلاصہ تیار کیا ہے وہ بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے[2]

ابو عمرو الشیبانی (۹۴-۲۰۶ھ): یہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں
نشوونما پائی۔ شعر وادب اور لغت کے بڑے عالم تھے۔ صاحب دیوان الشعر واللغۃ کی
حیثیت سے مشہور تھے۔ ثقہ راوی تھے۔ امام احمد بن حنبل جیسے امام وقت ان کے شاگرد تھے۔

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/ ۲۱۳ [2] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/ ۲۱۵-۲۱۶۔ مقدمہ الصحاح ص ۵۴۔

انہوں نے کتاب الجیم کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو نہایت مقبول ہوئی[1]

ابن درید (۲۲۳ تا ۳۲۱ھ): ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن الحسن بن درید البصری
الازدی ہے۔ یہ ایک متبحر عالم تھے۔ علماء نے ان کو خلیل کا قائم مقام کہا ہے۔ ان کی مختلف
تصنیفات ہیں جن میں اہم ترین کتاب کتاب الجمہرۃ فی اللغۃ ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے
اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ انہوں نے پہلے ثنائی، پھر ثلاثی، خماسی اور سداسی الفاظ کے
لحاظ سے اس کو ترتیب دیا ہے۔ الجمہرہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابن درید نے جمہور
کلام عرب سے اس کو منتخب کرکے جمع کیا ہے۔ یہ کتاب مطبوعہ اور مخطوطہ صورت میں ہر جگہ
مل جاتی ہے[2]

ابو منصور محمد بن احمد بن ازہر الہروی اللغوی (۲۸۲-۳۷۰ھ): یہ علوم
دینیہ اور لغت کے بڑے عالم اور امام تھے۔ ان کی مشہور ترین کتاب تہذیب اللغۃ ہے جو
بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی گئی ہے۔ اس میں زیادہ تر صحیح اور مستند الفاظ جمع کئے گئے
ہیں۔ انہوں نے خلیل بن احمد کی کتاب العین کا تتبع کیا ہے اور صحیح اور معتبر الفاظ کی تلاش
وجستجو میں عرصۂ دراز تک عرب کے بادیہ نشینوں کے ساتھ زندگی گزاری اور اپنی کتاب
تہذیب اللغۃ میں وہی الفاظ جمع کئے ہیں جو روایتاً صحیح تھے، جو الفاظ غیر فصیح معلوم ہوئے
ان کی صراحت کر دی ہے۔ انہوں نے جابجا سمعت العرب یقولون کہا ہے جس سے ان کی
علمی دیانت داری کا پتہ چلتا ہے[3]

ابو نصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری یہ لغت کے معروف امام اور علوم اسلامیہ
کے مشہور فاضل ہیں۔ ۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے پہلے

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/ ۲۱۶-۲۱۷ مقدمہ الصحاح ۱۷، [2] ایضاً ۱۴/ ۲۱۷-۲۱۸۔ مقدمہ الصحاح ۷۸،
[3] ایضاً ۱۴/ ۲۱۹۔ مقدمہ الصحاح ۸۳۔

عراق اور پھر دوسرے اسلامی مراکز میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ نیشاپور میں درس دینے کے زمانے میں انہوں نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الصحاح مرتب کی جو بہت مقبول ہوئی اور نہایت مستند خیال کی جاتی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو جس جدید طریقے پر مرتب کیا۔ وہ یہ تھا کہ کسی کے کے پہلے حرف کو باب اور اس کے بعد والے حرف کو فصل قرار دیا، مثلاً کسی کو ضرب تلاش کرنا ہے تو اس کو 'ض' کا باب اور 'ر' کی فصل دیکھنا ہوگا۔ اس کے برخلاف خلیل کے یہاں اس کلمے کو باب الباء اور فصل الضاد کے تحت دیکھنا ہوگا۔ خلیل کے مقابلے میں چونکہ امام جوہری کا طریقہ نہایت آسان اور سہل تھا اس لئے تمام علمائے لغت نے اس کو زیادہ پسند کیا اور اسی نہج پر ان لوگوں نے بھی کتابیں لکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام جوہری نے لغت نویسی کے لئے ایک ایسا آسان اسلوب پیش کیا اور نئی راہ دکھائی کہ آج تک تمام لغات اسی ترتیب کے مطابق لکھی جا رہی ہیں۔ کتاب کی مقبولیت کی وجہ سے بعد کے علماء نے اس کی تلخیص کی اور اس کی مختلف شرحیں لکھیں[1]

لغت کے ان ائمہ کبار کے علاوہ ابو عبید بن القاسم بن سلام (۱۷۵-۲۲۳ھ) ابو ابراہیم اسحق بن ابراہیم الفارابی (م ۳۵۰ھ) الصاحب بن عباد (۳۲۶-۳۸۵ھ) ابن فارس الرازی (م ۳۹۰ھ) ابو علی العالی البغدادی (۲۸۸-۳۵۶ھ) وغیرہ کے کارنامے بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی گراں قدر تصنیفات بھی عربی لغت کا قیمتی ورثہ ہیں۔ حاجی خلیفہ نے عباسی عہد کے ۳۱ مزید علمائے لغت کا ذکر کیا ہے جنھوں نے عربی لغات پر قابل ذکر تصنیفات چھوڑی ہیں چند تصنیفات کے نام ملاحظہ ہو۔ (۱) ابواب اللغۃ۔ فی اللغۃ (۲) بحر الغرائب فی لغۃ الفرس مصنفہ قاضی لطف اللہ الحلیمی (۳) دیوان لغۃ الترک

[1] دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/۲۴۰-۲۴۱- مقدمۃ الصحاح ۱۰۸

مصنفہ محمود بن الحسین (۴) سر الادب فی مجاری کلام العرب (الثعالبی) (۵) عقود الجواهر فی اللغۃ (۶) الفصیح فی اللغۃ (ثعلب الکوفی) (۷) المثلث فی اللغۃ (ابو علی محمد بن المستنیر) (۸) منهاج ذوی الحسب فی لغۃ العرب (۹) مختار الصحاح (محمد بن عبد القادر الرازی) تحفۃ الملوک فی التعبیر (احمد بن خلف السجستانی)[1]

اس دور میں لغت نویسی کا دائرہ بہت وسیع اور عروج پر تھا۔ قرآن، غریب القرآن احادیث، غریب الحدیث، الفاظ قرآن، الفاظ حدیث، عربی مفرد الفاظ، مترادف الفاظ، متضاد الفاظ، غریب و نادر الفاظ، فصیح و غیر فصیح الفاظ، شہری و دیہاتی الفاظ، تحقیق و تنقید، قواعد و گرامر، عجمی و عربی الفاظ، عامی اور غیر عامی الفاظ، معرب اور دخیل، ضرب الامثال اور محاورات جیسے تمام لغوی موضوعات پر ہمیں کتابیں ملتی ہیں جس سے اس دور کے علمائے لغت کی محنت و جانفشانی، دلچسپی اور وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور میں عربی زبان و لغت کے مختلف اسکول بن گئے تھے جن کے الگ الگ حلقے تھے۔ ان اسکولوں کو ہم بنیادی طور پر چار مکاتب فکر میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) لغت نگاری کے پہلے مکتب فکر کا امام اور مقتدا خلیل بن احمد ہے جس نے اپنی لغت کی بنیاد مخارج حروف پر حروف ہجا کے اعتبار سے رکھی۔ اس نے اپنی تصنیف کو مختلف کتب میں منقسم کر کے متعدد ابواب میں بانٹا ہے اور پھر کلمات کو ابواب میں تقسیم کیا ہے محمد بن احمد الازہری، ابن درید اور ابن عباد اس اسکول کے قابل ذکر افراد اور متبع ہیں جنھوں نے خلیل کی روایات، خیالات اور اسلوب کو آگے بڑھایا اور مستحکم کیا۔ محمد بن احمد الازہری نے عربی زبان کو اغلاط اور عجمی اثرات سے پاک کیا اس لئے اپنی کتاب کا نام تہذیب اللغۃ

[1] کشف الظنون ۱/۳۷۵۔

رکھا۔ ابن درید نے اپنی تصنیف کا نام الجمہرہ فی اللغۃ رکھا جس میں جمہور علمائے لغات کے تسلیم شدہ الفاظ درج کئے ہیں اور غیر جمہوری الفاظ خارج کر دیے ہیں تاکہ انہیں سند کے طور پر نہ پیش کیا جائے۔ ابن عباد نے ان کلمات کو اپنی تصنیف المحیط میں یکجا کیا جنھیں اوروں نے ترک کر دیا تھا تاکہ عربی کا کوئی لفظ تحقیق کے دائرے سے باہر نہ جا سکے۔[1]

(۲) یہ مکتب فکر ابو عبید القاسم بن سلام کی طرف منسوب ہے جس نے الفاظ کو معانی و موضوعات کے اعتبار سے مرتب کرنے کی بنیاد ڈالی۔ ابو عبید نے مختلف موضوعات پر الگ الگ کتابیں تصنیف کیں اور ہر موضوع کے تمام الفاظ کو ایک جگہ جمع کر دیا مثلاً کتاب الخیل، کتاب اللبن، کتاب العسل، کتاب الحشرات، کتاب النخیل وغیرہ، اس نے اس قسم کی تیس کتابوں کو جو متفرق موضوعات پر تھے انہیں ایک جگہ مرتب کیا جن میں کل سترہ ہزار الفاظ ہیں۔ لغت نویسی کا یہ ایک نیا اسلوب اور نیا طریقہ تھا اس لئے ان کو اس طریقہ کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔ اس اسلوب کی مقبولیت کی وجہ سے بعد کے اکثر لغت نویسوں نے اس طریقے سے لغت کی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ بلکہ آج بھی مختلف موضوعات کی کتابیں اس اسلوب میں لکھی جا رہی ہیں۔[2]

(۳) یہ امام لغت اسمٰعیل بن حماد الجوہری کا مکتب فکر ہے۔ جس نے کسی لفظ کی تلاش کو خلیل بن احمد اور ابو عبید کے مقابلے میں زیادہ آسان بنایا کیونکہ اس نے پہلے حروف کے بجائے کسی کلمے کے آخر میں جو حرف آتا ہے اس کو باب قرار دیا ہے اور فصل اس کلمے کے پہلے حرف کی بنیاد پر مانا ہے اور دونوں میں حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً بط کا لفظ ہے جو باب الطاء اور فصل الباء میں ملے گا۔ اس کا طریقہ نسبتاً آسان تھا۔ اس کے

[1] مقدمۃ الصحاح ۹۵ [2] ایضاً ۹۹۔

بعد کے علماء نے اس کی پیروی کی اور اسی طریقے سے کتابیں لکھیں۔ ان میں امام حسین صغانی ابن منظور افریقی اور امام فیروز آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[1]

(۴) اس مکتب فکر کا بانی محمد بن تمیم البرمکی ہے جس نے لغت نویسی کی بنیاد حروف ہجا کی ترتیب پر رکھی اور اپنی لغت کو ہمزہ سے شروع کر کے الیاء پر ختم کیا ہے۔ کسی کلمے کے پہلے حرف کے ساتھ ساتھ دوسرے تیسرے اور چوتھے حرف کو بھی ترتیب میں ملحوظ رکھا ہے۔ یعنی کسی کلمے کے پہلے حرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ثلاثی کلمے کے دوسرے حرف، رباعی کے تیسرے اور خماسی کے چوتھے حرف کو بھی مواد کی ترتیب میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس نے ایک نمایاں کارنامہ یہ انجام دیا کہ الجوہری کی کتاب الصحاح کو آخری حروف کے بجائے اوائل کلمات پر مرتب کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ شروع کلمہ کے دوسرے تیسرے اور چوتھے حرف کو بھی ترتیب میں ملحوظ رکھا ہے۔ یہ اسلوب علمائے لغت کے لئے بڑا انوکھا اور نرالا تھا۔ اس لئے اس دور سے آج تک تمام لغت نویس البرمکی کے اس طریقے کی پیروی کر رہے ہیں اور اس میں کوئی اضافہ یا جدت نہ کر سکے۔[2]

[1] مقدمۃ الصحاح ۱۰۱ [2] ایضاً ۱۰۴۔

الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی

از محمد عارف عمری رفیق دار المصنفین

(۲) خانہ کعبہ اور شعائر اسلام کی توہین کا الزام جرجی زیدان نے اپنی اس کتاب میں متعدد مقامات پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خلفائے بنوامیہ و بنوعباس اور ان کے اہل کار مذہبی شعائر کی تحقیر کرتے تھے، پہلے گزر چکا ہے کہ بنوامیہ پر طنز و تشنیع اس کتاب کا جزء اعظم ہے اس لئے مصنف نے ان کے اس نوع کے واقعات مستقل ایک عنوان کے تحت درج کئے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

الاستعانۃ بالقرآن والحرمین — قرآن مجید اور حرمین کی توہین۔

مگر مصنف کے نزدیک اس جرم کا دائرہ خلفائے بنوامیہ ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ خلفائے بنوعباس جو کہ اس کے ممدوحین میں شامل ہیں ان پر بھی اس نے اسی قسم کا الزام رکھا ہے۔

اس ضمن میں مولانا شبلی نے جرجی زیدان کے مکر و فریب کا راز فاش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنوامیہ کے اس قسم کے واقعات جب ایک مستقل عنوان کے تحت لکھے گئے تھے تو یہی طریقہ' کار بنوعباس کے ساتھ بھی مصنف کو رکھنا چاہئے تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بنوعباس کی ظاہری مدح سرائی اس جذبہ سے کی ہے کہ انہوں نے اس کے بقول عرب کی شان و شوکت کا خاتمہ کیا۔ اس طرح اس نے نہایت عیاری

کے ساتھ بنوعباس کی مدح کی آڑ میں عربوں کی تحقیر کی اور خود خلفائے بنوعباس کو بھی لطیف پیرایہ میں مجروح و مطعون کیا[1]۔

خلفائے بنوامیہ میں عبدالملک بن مروان کے بارہ میں مصنف نے یہ لکھا ہے کہ جب اس کو اپنے خلیفہ بنائے جانے کی اطلاع ملی تو اس وقت اس کے سامنے قرآن مجید رکھا ہوا تھا اور وہ تلاوت میں مشغول تھا۔ اس اطلاع کے بعد اس نے قرآن مجید کو بند کر کے کہا کہ اب یہ آخری ملاقات ہے۔

عبدالملک ہی کا دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے کہ اس نے اپنے عامل حجاج بن یوسف کو کھلی اجازت دیدی کہ وہ خانۂ کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کرے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کرے اور اس طرح کہ عین خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر ان کا سر تن سے جدا کرے۔۔۔ چنانچہ حجاج کی فوجوں نے تین روز تک مکہ معظمہ میں قتل عام کیا۔ خانۂ کعبہ کو ڈھایا اور اس کی عمارت اور پتھروں میں آگ لگا دی[2]۔

اسی طرح خلفائے بنوعباس میں منصور کے بارہ میں لکھا کہ اس کے ایرانی درباریوں نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عراق میں کعبہ کا جواب بنائے۔ چنانچہ منصور نے خانہ کعبہ کی تحقیر کے لئے ایک عمارت بنائی جس کا نام قبہ خضرا رکھا۔

منصور ہی کا دوسرا واقعہ یہ لکھا کہ اس نے مدینہ منورہ کا غلہ روک کر اس کی بے حرمتی کی[3]۔

خلیفہ عباسی معتصم کے بارہ میں لکھا کہ اس کے مقرب امراء نے جب حج کی خواہش ظاہر کی تو اس کو یہ جدائی شاق گزری چنانچہ اس نے سامرا میں ایک کعبہ تعمیر کرایا اور

---

[1] الانتقاد ص ۵۰ و ۵۱ [2] ایضاً ص ۱۷، [3] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۳۵۔

اس کے ارد گرد طواف کی جگہ اور منی و عرفات کے نام سے مقامات بنوائے۔[1]

سطور ذیل میں مصنف کے بیان کردہ مذکورہ بالا واقعات کے سلسلے میں الانتقاد کی روشنی میں قدرے تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

عبدالملک کا قرآن کو الوداع کہنے کا واقعہ اور حجاج بن یوسف کے ذریعہ خانہ کعبہ کو منہدم کر دینے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کرنے کی بات مصنف نے جس پُرفریب انداز سے بیان کی ہے اس سے بظاہر یہی گمان ہوتا ہے کہ عبدالملک نے خلافت کے حصول کے ساتھ ہی توہین اسلام کو اپنا مقصد قرار دے لیا تھا۔

عبدالملک کے بارہ میں یہ بات شہرت عام رکھتی ہے کہ خلافت سے پہلے وہ یکسوئی کے ساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا اور اس کا شمار مدینہ منورہ کے کبار فقہاء میں ہوتا تھا۔ خود مصنف کی روایت کے مطابق خبر خلافت کے وقت وہ تلاوت قرآن میں مشغول تھا۔ ظاہر ہے کہ خلافت کے امور کی انجام دہی کے ساتھ اس یکسوئی کے ساتھ عبادت و تلاوت اس کو کہاں میسر آسکتی تھی۔ چنانچہ اس نے حسرت کے ساتھ یہ الفاظ کہے جس کو جرجی زیدان نے قرآن کی توہین اور بے زاری سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں:

فلما جائتہ الخلافۃ وھو	جب عبدالملک کے پاس خلافت
یقرء القرآن تصور حظارۃ	کی خبر پہنچی اور اس وقت وہ تلاوت
الامر وان مثل ھذا العبا	قرآن میں مشغول تھا تو اس نے بار
لا یمکن تحملہ الا لمنقطع الیہ	خلافت کی ذمہ داریوں اور مشغولیتوں
فقال تحسراً ھذا آخر العھد	کا احساس کرتے ہوئے حسرت سے
بک ای الآن لا یمکن الانقطاع	قرآن کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ اب آخری
الی العبادۃ وقراءۃ القرآن	ملاقات ہے یعنی اب عبادت و تلاوت
کما کان دأبی اولاً ولیس ھذا	کا جو میرا معمول تھا اس کو بعینہ قائم رکھنا
علی سبیل الاستھانۃ بالدین	مشکل ہوگا۔ یہ بات عبدالملک نے
مطلقاً فانا نری اشتغال	استخفاف دین کے جذبہ سے نہیں کہی
عبدالملک بالفرائض والسنن	اور خلافت کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں
فیما بعد فھو یصوم ویصلی	کہ عبدالملک فرائض و سنن کا اہتمام
ویحج۔[1]	کرتا ہے۔ نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی کرتا ہے۔

[1] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۳۶ و ۳۰۔

اسی طرح خانہ کعبہ پر سنگ باری اور اس کو منہدم کر دینے کا جو واقعہ مصنف نے لکھا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبلی لکھتے ہیں:

"عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک دونوں خلافت کے دعویدار تھے اور اپنے اپنے فتوحات بڑھاتے جاتے تھے۔ عبدالملک نے تخت نشینی کے آٹھ برس کے بعد حجاج کے ذریعہ سے عبداللہ بن زبیرؓ پر چڑھائی کی۔ انہوں نے مکہ میں بیٹھ کر مقابلہ کی تیاری کی۔ حجاج نے محاصرہ کیا اور منجنیق سے سنگ باری شروع کی۔ اسی اثناء میں حج کا زمانہ آیا۔ حجاج نے حج کرانا چاہا لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے روکا، سنگ باری کی وجہ سے حاجیوں کو تکلیف تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حجاج کو کہلا بھیجا کہ لوگ

[1] الانتقاد ص ۱۹۔

طواف نہیں کر سکتے۔ حجاج نے سنگ باری بند کر دی، حج کے بعد حجاج نے منادی کرادی کہ لوگ وطن کو واپس نہ جائیں میں ابن زبیرؓ پر سنگ باری کروں گا۔

فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی باغی کعبہ میں پناہ لے تو اس کو گرفتار کرنا یا اس پر حملہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بہت سے فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ بنو امیہ کے طرف دار عبداللہ بن زبیرؓ کو باغی سمجھتے تھے۔ بااین ہمہ حجاج نے کعبہ پر سنگ باری نہیں کی بلکہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو گرا کر جو اس میں اضافہ کر لیا تھا اس کو نشانہ بنایا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ سے پہلے سیلاب کی وجہ سے جب کعبہ گر گیا تو قریش نے دوبارہ تعمیر کی لیکن چونکہ مالی حالت نے زیادہ اجازت نہ دی، تھوڑا سا حصہ تعمیر نہ ہو سکا، قریش نے زمین کا اس قدر حصہ خالی چھوڑ دیا اور اس کے گرد دیوار کھچوا دی جس کو آج حطیم کہتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے جب دوبارہ مرمت کرائی تو یہ چھوٹی ہوئی زمین عمارت کے اندر داخل کر لی! اہل شام نے اس فعل کو ناجائز خیال کیا کہ کعبہ پر اضافہ کیا گیا۔ حجاج نے اسی اضافہ شدہ عمارت پر پتھر برسائے۔[1]

مولانا شبلی کا کہنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود حطیم کو خانہ کعبہ میں شامل نہیں فرمایا تو اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے تھی کیونکہ اسی کے رد عمل کے طور پر یہ سانحہ پیش آیا۔ وہ لکھتے ہیں:

لعل ابن الزبیر کان مضطرا	غالباً عبداللہ بن زبیرؓ کا طرز عمل کسی
الی ھذہ الاعمال ولکن من	مصلحت پر مبنی رہا ہوگا لیکن انصاف کا

[1] مقالات شبلی ج ۴ ص ۱۵۷، ۱۵۸۔

شریطة العدل ان نوفی	تقاضا تو یہی ہے کہ ہر شخص کو اس کا
کل واحد قسطہ من الحق فاذا	جائز حق دیا جائے چنانچہ اگر حضرت
اعتذرنا لابن الزبیر	عبداللہ بن زبیرؓ کے طریقہ کار کی تاویل
فعبدالملک احق منہ بالاعتذار[1]	ممکن ہے تو عبدالملک کو بھی بدرجہ اولی
	یہ حق ملنا چاہیے۔

مولانا شبلی نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ حجاج نے گو عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور ان کے اضافہ شدہ حصہ کو سنگ باری کا نشانہ بنایا تاہم حملہ کے خاتمہ کے فوراً بعد اس نے مسجد حرام کی صفائی کرائی[2] اور خانہ کعبہ کی عمارت از سر نو تعمیر کی اور یہی تعمیر آج تک موجود ہے۔

خانۂ کعبہ کے اندر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کئے جانے کی روایت مصنف نے عقد فرید کے حوالہ سے نقل کی ہے حالانکہ وہ تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ ادب و محاضرات کا مجموعہ ہے اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات شہادت کا ذکر موجود ہے مگر چونکہ وہ مصنف کے مفروضہ کے برخلاف ہے اس لئے اس کو اس نے نظر انداز کر دیا ہے۔ مولانا شبلی رقمطراز ہیں:

استند المولف فی ھذہ الروایۃ	مصنف نے اس واقعہ کا حوالہ ابن
بالعقد الفرید لابن عبد ربہ	عبدربہ کی عقد فرید سے دیا ہے اور
والاستناد بمثل ھذہ الکتب فی	اس طرح کے واقعات میں اس قسم کی
مثل ھذہ الوقائع ھو من	کتابوں کو ماخذ بنانا مصنف کی دسیسہ کاری

[1] الانتقاد ص ۱۸ [2] ایضاً ص ۲۰۔

احدی حیل المؤلف المعتادة لہ فانت تعلم ان حادثة قتل ابن الزبیر مذکورة فی الطبری وابن الاثیر وغیرھا من المصادر التاریخیة المتداولة الموثوق بھا وعلیھا المعول والیھا المرجع ولکن لما لم تکن کیفیة الحادثة فی ھذہ الکتب وفق ھوی المؤلف اعرض عن ھذہ کلھا وتشبث بکتاب ھو فی عداد المحاضرات وانما یرجع الی امثالہ اذا لم یکن فی الباب مستند غیرہ ومتی مالم یخالف الاصول والمذکور فی الطبری وغیرہ ان عبداللہ بن الزبیر اصیب فی الحجون وقتل ھناک، قتلہ رجل من مراد وما احتز راسہ داخل الکعبة [1]

ہے کیونکہ یہ بات تجھ بھی معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کا واقعہ تاریخ کی متداول معتبر کتابوں مثلاً طبری و ابن اثیر وغیرہ میں مذکور ہے اور وہی مستند ہے، مگر چونکہ طبری وغیرہ کا بیان مصنف کی منشا کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس نے ایک ایسی کتاب کا سہارا لیا جو محاضرات کا مجموعہ ہے جب کہ ایسی کتابوں کو صرف اسی صورت میں ماخذ بنایا جا سکتا ہے جب دوسرے مستند ماخذ اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہوں اور یہ واقعہ بھی اصول عام کے خلاف نہ ہو، طبری وغیرہ میں صاف یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی گرفتاری اور ان کے قتل کا واقعہ مقام حجون میں پیش آیا۔ ان کو مراد کے ایک فرد نے قتل کیا۔ کعبہ کے اندر ان کے قتل کا واقعہ یکسر غلط ہے۔

[1] الانتقاد ص ۲۰۔

اسی طرح خلفائے بنو عباس میں منصور کے قبہ خضراء کی تعمیر کا ذکر بھی مصنف نے تاریخ کے حوالے کے بجائے منصور کے حریف محمد نفس زکیہ کے ایک خطبہ کو بنایا ہے جو تاریخ طبری میں منقول ہے۔ مولانا شبلی اس کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہیں، کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا اثبات ہو سکتا ہے"۔ [1]

تاریخ التمدن الاسلامی کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں بھی اس واقعہ پر یہ نوٹ لکھا گیا ہے۔

لم اجد عند الطبری او ابن الاثیر ما یؤید القول بان المنصور ابتنی القبة الخضراء .... وواضح انھا من الدعاوی التی استخدمھا محمد النفس الزکیة لتائید دعوتہ ولیست حقیقة تاریخیة [2]

میں نے طبری یا ابن اثیر میں ایسی کوئی روایت نہیں پائی جو اس بات کی تائید کرے کہ منصور نے قبہ خضراء تعمیر کرایا .... یہ بات واضح ہے کہ محمد نفس زکیہ نے اپنی حمایت حاصل کرنے کے لئے منصور کے خلاف جو الزامات لگائے ان کا یہ ایک حصہ ہے اور اس کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں ہے۔

یہی حال مدینہ کا غلہ روک دینے کی روایت کا بھی ہے، اس میں مدینہ منورہ کی تحقیر کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں تھا بلکہ یہ منصور کی ایک سیاسی تدبیر تھی جو اس نے اختیار کی مولانا شبلی لکھتے ہیں:

[1] مقالات شبلی ج ۴ ص ۱۴۲ [2] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۳۵۵۔ تعلیق ڈاکٹر حسین مونس۔

"واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہے تھے۔ جب انہوں نے علانیہ علم بغاوت بلند کیا تو چونکہ وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اس لئے منصور نے وہاں رسد کا بھیجنا بند کرا دیا۔"[1]

مولانا شبلی نے تاریخ طبری کے حوالہ سے اس کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ اسی ضرورت کے تحت وہاں کا غلہ منصور نے روک دیا تھا۔ لطف یہ ہے کہ مصنف نے واقعہ کو یکسر بدل کر غلہ روک دینے کو محمد نفس زکیہ کی بغاوت کا سبب قرار دیا ہے۔

معتصم کے بارہ میں کعبہ بنانے اور جائے طواف اور منی وعرفات تعمیر کرانے کی روایت احسن التقاسیم مقدسی سے لی گئی ہے، مگر کسی دوسرے ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کے برخلاف تاریخ طبری میں معتصم کے حال میں سال بہ سال حج کا ذکر موجود ہے، جیسا کہ عام دستور تھا۔

پھر یہ بھی اہم سوال ہے کہ اس زمانے میں امام احمد بن حنبلؒ نے فتنۂ خلق قرآن کا جس پامردی سے مقابلہ کیا وہ آخر اس اہم چیز پر خاموش کیوں رہ جاتے۔ ان کے علاوہ بھی علماء وفقہاء موجود تھے مگر کسی نے معتصم پر یہ الزام نہیں لگایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خلاف امکان واقعہ صرف ایک روایت کی بنا پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

نظام محاصل اور جرجی زیدان

جرجی زیدان نے اپنی اس کتاب میں متعدد مقامات پر اور خصوصاً بنوامیہ کے حالات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان حکمرانوں کا نظام محاصل نہایت ظالمانہ تھا، مصنف کے بقول خلفاء بنوامیہ اور ان کے عمال محاصل کی وصولیابی میں ہر طریقہ ظلم کو روا رکھتے تھے اور بالخصوص مفتوح قوموں کے

[1] مقالات شبلی ج ۴ ص ۱۴۲۔

مال کو اپنے لئے رزق حلال تصور کرتے تھے چنانچہ جزیہ کی صورت میں جو دفاعی ٹیکس غیر قوموں سے لیا جاتا تھا اس کے طریقہ حصول کو اس نے نہایت نامناسب انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس ظلم کی بنا پر غیر قوموں نے مسلمان ہونا شروع کیا لیکن اس پر بھی ان کو نجات نہیں ملتی تھی اور مسلمان ہونے پر بھی ان سے جزیہ لیا جاتا تھا اور اس نے مسلمان حکمرانوں پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ انہوں نے ابتداءً راہبوں کو جزیہ سے مستثنیٰ رکھا مگر جب لوگ جزیہ کے خوف سے راہب بننے لگے تو انہوں نے راہبوں پر بھی جزیہ قائم کر دیا۔

مولانا شبلی نے الانتقاد میں جزیہ کی حقیقت اور اس کی اصل غرض وغایت پر مفصل بحث کی ہے اور جرجی زیدان کی تحریروں کے متعدد اقتباسات نقل کر کے بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ اس نے کذب وفریب کے ذریعہ جزیہ کے طریقہ حصول کی غلط تصویر پیش کی ہے۔[1]

مصنف کا یہ کہنا کہ غیر قوموں سے اسلام لانے کے بعد بھی جزیہ کا مطالبہ بھی کیا جاتا تھا سراسر فریب ہے۔ البتہ مولانا شبلی نے یہ ضرور تسلیم کیا ہے کہ بنوامیہ کے تقریباً سو سالہ عہدِ اقتدار میں دو ایک مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ بعض گورنروں نے اس قسم کی کوشش کرنی چاہی مگر خود خلفاء نے یا عام مسلمانوں نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ جرجی زیدان نے انہی مثالوں کو کتر بیونت کر کے وقوع عام سے تعبیر کیا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ تاریخ التمدن الاسلامی کے جدید ایڈیشن میں اس کے تعلیق نگار ڈاکٹر حسین مونس نے مصنف کے ان اتہامات کی مفصل تردید کر دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ دور بنی امیہ میں تمام	والواقع ان الضرائب کانت

[1] الانتقاد ص ۲۶ تا ۳۶۔

معتدلة جدا فی ایام بنی
امیة والحجاج نفسه لم یضع
ضریبة جدیدة وان کان
قد اشتد فی جمع الخراج وهو
لم یشتد علی الموالی فقط بل
علی العرب ایضا وکان اعداء
بنی امیة هم الذین ینادون
بالتشدید علی الموالی واختصاص
العرب بمعاملة خاصة....
ولم تعرف الدولة الاسلامیة
المکوس والجبایات غیر الشرعیة
ایام بنی امیة علی ای حال
بل ایام العباسیین [1]

محاصل نہایت متوازن تھے، حجاج نے
گو خراج کے وصول کرنے میں شدت برتی
تاہم اس نے کسی نئے ٹیکس کا اضافہ
نہیں کیا اور اس کی شدت محض غیر
قوموں ہی پر نہیں تھی بلکہ اس نے عربوں
پر بھی محاصل کی وصولی کے سلسلہ میں
سختی کی۔ درحقیقت یہ بنوامیہ کے
مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے کہ ان کے
زمانہ میں غیر قوموں کے ساتھ ظالمانہ
سلوک کیا جاتا تھا اور عربوں کے ساتھ
امتیازی برتاؤ کیا جاتا تھا.....
اسلامی عہد حکومت کے کسی بھی دور میں
خواہ وہ بنو امیہ کا دور ہو یا بنو عباس
کا قطعاً کسی غیر شرعی محصول کا اضافہ
نہیں کیا گیا۔

مولانا شبلی نے الانتقاد میں عہد بنی امیہ کے گورنر حجاج بن یوسف کے دفاع میں کسی قدر محتاط رویہ اختیار کیا ہے۔ مگر ڈاکٹر حسین مونس نے یہ صراحت کی ہے کہ محاصل کے سلسلہ میں حجاج کے مظالم کی حکایات بہتان محض ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

[1] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۲۳۔

اساء العرب جملتها الحکم علی
اعمال الحجاج واتهموه بالظلم
والاجحاف فی جمع الضرائب
مع ان الرجل لم یفعل اکثر
من التدقیق فی جمع المستحق
للدولة [1]

عام طور پر عربوں نے حجاج کے کاموں
پر نکیر کی ہے اور بالخصوص محاصل کے
تعلق سے اس پر ظلم و ستم کا بہتان
باندھا ہے۔ جبکہ اس کا کام صرف
اس قدر ہے کہ اس نے سلطنت کی
جائز آمدنی کو باضابطہ بنانے کی کوشش کی۔

جرجی زیدان نے مقریزی کے حوالہ سے راہبوں پر جزیہ عائد کرنے اور غیر قوموں سے زبردستی خراج وصول کرنے کی تائید فراہم کی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے بارہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اسی کی بدولت مصر کی گورنری کے زمانہ میں خراج کی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تک پہنچا دی تھی۔

ڈاکٹر حسین مونس کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے کہ انہوں نے بدلائل مصنف کے اس اتہام کی تردید کر دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مورخین کے بیان کردہ اعداد و شمار کے مطابق مصر سے وصول کی گئی خراج کی رقم کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس کے مطابق ہر سال یہ رقم کم ہوتی رہی یہاں تک کہ صرف سات سال کے عرصہ میں ایک کروڑ بیس لاکھ دینار کی یہ خطیر رقم چالیس لاکھ دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یبدو ان المقریزی یبالغ
فی هذا الکلام ونحن نشك

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مقریزی کا یہ
بیان مبالغہ آرائی پر مبنی ہے۔ ہم کو

[1] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۲۴۔

فان عمرو بن العاص قد	یہ بات قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی
جبی من مصر ......م ا دینار	کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر سے
.... [1]	ایک کروڑ بیس لاکھ دینار خراج وصول کیے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے مورخین کے اعداد و شمار پر مبنی اس فہرست کی روشنی میں اپنے ممدوح جرجی زیدان سے یہ چبھتا ہوا سوال بھی کیا ہے کہ:

ان الجبایة کانت فی تناقص	اعداد و شمار کے مطابق عہد بنی امیہ
ایام بنی امیة ولم تکن فی	میں خراج کی رقم مسلسل کم ہوتی گئی
زیادة فاین ذهب اذن المال	اور اس میں اضافہ نہیں ہوا تو پھر
الذی کان یجبی بالعسف و این	وہ مال جو زبردستی وصول کیا جاتا تھا
ضریبة الرهبان [2]	وہ کیا ہوا؟ اور جو جزیہ راہبوں پر لگایا گیا وہ کہاں گیا؟

جرجی زیدان نے جزیہ کی بحث میں یہاں تک لکھا ہے کہ کچھ لوگ اسی کی وجہ سے مجبوراً مرتد ہوگئے اور اس کی مثال اس نے سمرقند کے لوگوں سے دی ہے جو اسی شرط کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے کہ ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، مگر جب ان پر بھی جزیہ عائد کر دیا گیا تو وہ مرتد ہوگئے۔

مصنف کا یہ بیان صریح کذب و دروغ گوئی پر مشتمل ہے اسی لئے غالباً مولانا شبلی نے الانتقاد میں اس کو موضوع بحث نہیں بنایا ہے تاہم اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ڈاکٹر حسین مونس کو جرجی زیدان کے صریح کذب و افترا کا اعتراف کرنا پڑا اور انہوں نے

[1] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۲۵ [2] ایضاً۔

لکھا ہے کہ:

لم اجد فی المراجع ما	مجھ کو ماخذ میں اس کی تائیدی شہادت
یوید ذلک [1]	نہیں ملی۔

مسلمانوں پر علم دشمنی کا الزام

جرجی زیدان نے اپنی اس کتاب میں بظاہر خلفائے راشدین کی تعریف کی ہے مگر انتہائی لطیف پیرایہ میں ان کے بارہ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کو فروغ علم سے کوئی مناسبت نہیں تھی بلکہ وہ علم دشمن تھے۔ مولانا شبلی مصنف کے اس پُرفریب طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المولف حرفته تالیف الکتب	مصنف فن تالیف کی باریکیوں سے
مکتسباً به وهو یعرف حق المعرفة	بخوبی واقف ہے اس کو اچھی طرح اندازہ
انه لو انتقد علی الخلفاء	ہے کہ اگر اس نے خلفائے راشدین کو
الراشدین ونال منهم	براہ راست اپنی تنقیدوں کا نشانہ
تصریحاً کسد سوقه وخابت	بنایا تو اس کی گرم بازاری ختم ہوجائے گی۔
صفقته، فدبر لذلک حیلا	چنانچہ اس نے اس چیز کو بیان کرنے
لا یکاد یتفطن لها اللبیب	کے لئے بڑے لطیف پیرائے اختیار
المتیقظ فضلاً عن البلید	کئے جس کی تہہ تک عام آدمی تو کجا
المتساهل فعمد الی رؤوس	بیدار مغز اور ذہین افراد بھی بمشکل
المثالب ونسبها الیهم بانواع	پہنچ سکتے ہیں، اس نے خلفائے راشدین

[1] تاریخ التمدن الاسلامی ج ۲ ص ۲۵۔

الاحتيال فتارة بتبديدها في ثنيات الكلام وابعادها عن موضع العناية وتارة بايرادها عرضا موهما عدم الاعتناء بها وتارة بذكرها محتالا لدفعها عن رأي وإذا كررت النظر في كلامه وتصفحت ما فيه وجمعت ما هو مبدد ونظمت ما هو مفرق تكاد تستيقن ان الخلفاء كانوا من اشد اعداء العلم وانهم اباد وا الكتب والخزانات واضطهدوا اهل الذمة وجعلوهم اذلاء لا يؤذن لهم ولا يوبه بهم[1]

کی جانب اہم عیوب کا انتساب بسا اوقات اثنائے کلام میں غیر اختیاری صورت کا مظاہرہ کر کے کیا ہے اور کبھی ان کا ذکر اتفاقی طور پر کیا ہے گویا اس کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور بعض مقامات پر ان کو ذکر کر کے ان کا دفاع بھی کیا ہے، غرض اس قسم کے اس کے تمام بیانات کو اگر یکجا کیا جائے تو خلفائے راشدین کے متعلق مجموعی تصویر یہی قائم ہوتی ہے کہ وہ علم کے دشمن تھے، کتابوں اور کتب خانوں کو خاکستر کرتے تھے، ذمیوں کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آتے تھے اور ان کو حقیر اور ناقابل اعتنا بنا رکھا تھا۔

مولانا شبلی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ مصنف نے کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کے ذکر کو خاص اہتمام سے اسی مقصد کے تحت بیان کیا ہے۔ کیونکہ

[1] الانتقاد ص ۵۳۔

بعض روایتوں میں اسکا انتساب خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی طرف کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کے موضوع پر یورپ میں کافی بحثیں ہو چکی ہیں، البتہ مسلم مورخین میں مولانا شبلی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر مفصل بحث کر کے اس غلط پروپیگنڈہ کی تردید کی کہ کتب خانہ اسکندریہ کو مسلمانوں نے جلایا تھا۔ جرجی زیدان نے چند خود ساختہ دلائل کے ساتھ اس موضوع کو اپنی کتاب میں نہایت شد و مد کے ساتھ لکھا تو مولانا شبلی نے الانتقاد میں اس کے دلائل کا مفصل جائزہ لیا اور اس کے کذب و فریب کو آشکارا کیا[1]

اس موضوع پر خود یورپین مصنفین کی ایک بڑی تعداد اس بات کی معترف ہے کہ مصر میں مسلمانوں کے داخلہ سے قبل ہی کتب خانہ اسکندریہ تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ البتہ جرجی زیدان اور اس کے بعض ہم نوا سب سے اہم دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو دو مسلمان مورخین عبداللطیف بغدادی اور جمال الدین قفطی نے بھی بیان کیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ الزام اپنے سر لے لینا چاہیے۔

مولانا شبلی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"تاریخ کی تمام مستند کتابیں اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہے، ہاں بغدادی اور قفطی نے یہ روایت ضرور بیان کی ہے مگر اس میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دونوں مورخ چھٹی اور ساتویں صدی کے ہیں اور یہ دونوں اپنی روایت کا ماخذ اور سند نہیں ذکر کرتے ہیں"[2]

ہم نہایت مسرت کے ساتھ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ تاریخ التمدن الاسلامی کے

[1] الانتقاد ص ۵۴ تا ۶۷ [2] ایضاً ص ۶۴-۶۵۔

تعلیق نگار ڈاکٹر حسین مونس نے نہ صرف یہ کہ مولانا شبلی کی تائید کی ہے بلکہ اس بحث میں اضافہ بھی کیا ہے، چنانچہ انہوں نے قفطی ہی کی روایت کو اصل مبحث بنالیا ہے اور اس کو موضوع بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تاریخی حقیقت کے برخلاف ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وهذه الرواية تدور	اس روایت کا مرکزی مضمون حضرت
حول حديث عمرو بن العاص	عمرو بن عاصؓ اور یوحنا (یحییٰ) نحوی
و يوحنا النحوى وهى واضحة	کے مابین مکالمہ پر مشتمل ہے اور یہی
الاختراع لان يوحنا مات	اس کے موضوع ہونے کا واضح
قبل دخول العرب مصر	ثبوت ہے، کیونکہ یوحنا مصر میں
بثلاثين او اربعين سنة[1]	مسلمانوں کے داخلہ سے تقریباً تیس
	چالیس برس قبل وفات پاچکا تھا۔

عبداللطیف بغدادی کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ تبصرہ بالکل برمحل ہے کہ وہ ایک سیاح ہے اور ہر قسم کی روایت جو اس کو ملتی ہے اس کو نقل کر لیتا ہے، اس لئے اس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

لا يعول على كلامه فى التاريخ	تاریخی حیثیت سے اس کے قول کو
لانه كان يأخذ ما يسمعه	نہیں پیش کیا جاسکتا، کیونکہ سیاحت
من الناس و يثبته ضمن	مصر کے دوران اس کو جو باتیں سنی
مشاهداته[2]	سنائی ملیں ان کو اس نے درج کردیا ہے۔

۱؎ تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳ ص ۵۱ ۲؎ ایضاً

اس ضمن میں مولانا شبلی نے الانتقاد میں جرجی زیدان کے بوئے ہوئے زہر کے ازالہ کے لئے قرن اول کے مسلمانوں کی علم دوستی و علم پروری کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ علاوہ ازیں اسی ضرورت کے تحت اپنے شاگرد عزیز مولانا سید سلیمان ندوی سے ایک مضمون بعنوان نشر المعارف والعلم لکھوا کر شامل کتاب کیا۔

الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی کی اہم بحثوں کا یہ مختصر جائزہ تھا، اس کتاب میں بعض خلفائے بنوامیہ کی مختصر سوانح بھی درج کی گئی ہے جن کو مصنف نے خاص طور پر اپنی تنقید کا نشانہ بنالیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تاریخ التمدن الاسلامی کے جدید ایڈیشن میں بہت سی اصلاحات ہوگئی ہیں مگر اس کے باوجود الانتقاد کی اہمیت و افادیت اسی طرح برقرار ہے، کیونکہ ڈاکٹر حسین مونس نے صریح تاریخی غلط بیانیوں کی تصحیح ضرور کی ہے مگر جرجی زیدان کا اصل مقصد تالیف ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اس لئے الانتقاد کا اہل علم کے ہاتھوں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔

معارف کی ڈاک

بہادر شاہ ظفر کی طرف منسوب ایک مصرع

کلمب، ایوت مل

۹؍ جون ۹۹ء

محترمی! السلام علیکم

متوقع ہوں کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ مئی ۹۹ء کا معارف پیش نظر ہے۔ قرآنی محاورات اور استعارات کے متعلق حافظ منیر احمد خاں صاحب (حیدرآباد سندھ) اچھا سا مقالہ سپرد قلم فرما رہے ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ صفحہ ۳۴۵ پر نیچے سے دوسری سطر میں مصرع " جو کسی کے کام نہ آسکے وہ میں ایک مشتِ غبار ہوں"۔ ظفر (بہادر شاہ) سے منسوب کیا ہے۔ جبکہ یہ غزل سید افتخار حسین مضطر خیرآبادی (۱۸۶۵-۱۹۲۷) کی ہے (دیکھئے ایوان اردو، اکتوبر ۸۹ء) منیر احمد خاں صاحب نے مصرع میں ایک لفظ "میں" اِدھر کا اُدھر کر دیا ہے ع جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں، ہے[1]

دعاجو: نادر

۱؎ مکتوب نگار نے ایوان اردو میں شایع شدہ مضطر مرحوم کی مکمل غزل اور ان کی تصویر کا عکس بھی بھیجا تھا۔ "ض"

وفیات

ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی

افسوس ہے کہ ۸؍ جون کی شب میں ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی کا انتقال ہوگیا، مجھے ذاتی طور پر اس کا بڑا صدمہ ہے، میں بچپن ہی سے ڈاکٹر صاحب کے نام نامی سے واقف تھا، میرے والد مرحوم اہلِ حدیث کے بعض اکابر کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کرتے تھے اس لئے اسی زمانے سے ان کی عقیدت دل میں جاگزیں ہوگئی تھی۔

زیارت اور ملاقات کا شرف تو دو ہی ایک بار حاصل ہوا تاہم ان کی محبت، شفقت، حسنِ خلق، خلوص، دردمندی، نیکی، شرافت اور دینداری کا اثر ابھی تک قلب پر باقی ہے ایک بار کسی کانفرنس میں ان کا عالمانہ خطبہ سننے کا اتفاق ہوا جو قرآن و حدیث کے حوالوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک بار ان کے ایک صاحب زادے ڈاکٹر عبدالعزیز سلفی اپنے استاد اور ہمارے سابق رفیق مولانا عبدالرحمان پرواز اصلاحی مرحوم سے ملنے دارالمصنفین تشریف لائے تو مجھ سے بہت گھل مل گئے، ان سے اور مولانا پرواز مرحوم سے جو کچھ عرصہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے بھی وابستہ رہے، ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب کے بارے میں جو کچھ سنا اس سے ان کے "مرد مومن" ہونے کا راز آشکار اور ان کے "دنوں کی تپش" اور "شبوں کے گداز" کا اندازہ ہوا، وہ واقعی ایک موحد، عالم باعمل، داعی اور متبع سنت تھے۔ گزشتہ سال اسی زمانے میں ڈاکٹر عبدالعزیز سلفی سے ندوۃ العلما لکھنؤ میں ملاقات ہوئی تو لپٹ گئے، ڈاکٹر صاحب کی خیریت دریافت کرنے پر بتایا کہ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبدالحفیظ مرحوم عامل بالحدیث تھے، ایک زمانے میں آل انڈیا جمعیۃ اہل حدیث کے

امیر بھی تھے، عقیدہ و مسلک میں پختگی کے باوجود ان میں عصبیت نہ تھی، وہ مسلمانوں کے مشترک اجتماعی مسائل میں دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ساتھ کام بھی کرتے تھے، ندوۃ العلماء کے ممتاز رکن تھے، شروع ہی سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے گہرا تعلق تھا، اس کے نائب صدر بھی رہے۔ اپنی سلامت روی اور معتدل روش کی وجہ سے دوسرے فرقوں میں بھی پسند کئے جاتے تھے۔

علمی و تعلیمی کاموں سے طبعی مناسبت تھی۔ متعدد علمی و تعلیمی اداروں کے بانی اور سرپرست بھی تھے۔ جامعہ اسلامیہ احمدیہ سلفیہ کو انہوں نے بڑی ترقی دی اور اپنے ایثار، حسن عمل اور نیک نامی کی بنا پر تاعمر اس کے صدر رہے، دینی تعلیم کی طرح عصری تعلیم کو بھی ناگزیر خیال کرتے تھے، چھوٹے بچوں کے لئے سلفیہ جونیر ہائی اسکول اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ملت کالج قائم کیا۔ ان کی کوششوں سے سلفیہ یونانی طبیہ کالج کی بنیاد پڑی جس کا فیضان عربی درسگاہوں کے طلبہ کے لئے بھی عام ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی پوری زندگی ملی، تعلیمی اور سماجی خدمت میں گزری۔ وہ لوگوں کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے، ان کی فیض رسانی کا ایک مظہر طبابت اور ڈاکٹری کا پیشہ بھی تھی، انہوں نے اس پیشہ کا وقار ہمیشہ قائم رکھا اور اسے حصول دولت کے بجائے خلق کی راحت رسانی کا ذریعہ بنایا۔ اپنے صاحب زادوں کو بھی ڈاکٹری کی اعلا تعلیم دلائی تاکہ لوگوں کو فیض پہنچے۔

دعوت و تبلیغ و اشاعتِ دین اور ازالۂ شرک و بدعت ان کی زندگی کا اصل مشن تھا، ان کا دردمند دل قوم و ملک کی فلاح و ترقی اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی کے لئے برابر فکرمند رہتا تھا۔

لہریا سرائے دربھنگہ کا نام سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کا خیال بھی ذہن میں آجاتا ہے، یہیں ان کی وفات ہوئی مگر تدفین محلہ چک زہرہ کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے اس نیک اور مقبول بندے کے مراتب و درجات عالم آخرت میں بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

"ض"

ادبیات

تخمیس مناجات سلیمانی

از جناب مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی٭

"حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کی ایک مناجات "تذکرۂ سلیمان" کے فاضل مولف نے ص۱۲ پر درج کی ہے۔ راقم نے اس کی تخمیس بہ طرز ذیل کی ہے۔" معصومی

میرے مولیٰ! دلِ احسان شناسا دیدے
موج زمزم میں دھلی روح سراپا دیدے
روحِ قرآں میں بسی، زندہ تمنا دیدے
(صدقِ احساس کی دولت مرے مولا دیدے
غم امروز بھلادے غم فردا دیدے)

میری ہستی ہے گناہوں سے رہینِ پستی
عفو فرما مری ہر معصیت و سرمستی
لطف سے تیرے ہو سرسبز یہ اُجڑی بستی
(دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی
دلِ دیوانہ و سودائی و شیدا دیدے)

بھر دے تاریک فضا نور اتم سے اپنے
درسِ قرآن پڑھا لوح و قلم سے اپنے
راہِ سنت پہ چلا فضل و نعم سے اپنے
(اپنے میخانے سے اور دست کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر و مینا دیدے)

بندگی میری ترے لطف سے ہو بار آور
تیری توفیق سے، ذرہ بھی ہو ہمدوش گہر

٭ ۱/۳۳-۱-سی- ہرے کرشنا- کونار روڈ- کلکتہ۔

بیخودی میری، ہم آغوشِ خودی ہو یکسر   (کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در
دل دانا، دل بینا، دل شنوا دیدے)

حسن باطن سے ہو ظاہر کی کچھ ایسی تزیین   دونوں رُخ تیرے تعبد میں ہوں توفیق آگیں
مشغلہ اپنا شب و روز ہو ' اللہ آمین'   (قول میں رنگ عمل بھر کے بنا دے رنگین
لب خاموش بنا کر دلِ گویا دیدے)

فصل بیحد ہو ترا، قلب جہاں تاب ملے   راہ میں آئے سمندر بھی تو پایاب ملے
اس گنہ گار کو بھی گوہر نایاب ملے   (دلِ بیتاب ملے، دیدۂ پرآب ملے
تپ آتش مجھے دیدے نم دریا دیدے)

دل برباد جو تو چاہے سنور جاتا ہے   سنگ خارہ بھی خلاؤں میں بکھر جاتا ہے
تیرگوں ذرے کا چہرہ بھی نکھر جاتا ہے   (درد دل سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دیدے)

نذر

از ڈاکٹر ابرار اعظمی*

میں عرض غم کے معتبر قرینے لایا ہوں   حضورؐ! نذر میں کچھ آبگینے لایا ہوں
متاعِ ہوش و جنوں، درد ہائے محرومی   حضورِ شاہِ دو عالمؐ، نگینے لایا ہوں

علم کی تجسیم

آپؐ ہیں علم کی تجسیم، معلم بھی ہیں   آپؐ سرچشمۂ تعلیم و تعلم بھی ہیں
آپؐ قاری بھی و قرآن کی زندہ تفسیر   آپؐ اللہ سے ہوئے محوِ تکلم بھی ہیں

* خالص پور، اعظم گڈھ۔

باب التقریظ والانتقاد

رسالوں کے خاص نمبر

ماہنامہ شاعر ہم عصر اردو ادب نمبر جلد اول مدیر جناب افتخار امام صدیقی، بڑی تقطیع، کاغذ وطباعت عمدہ، خوبصورت سرورق، صفحات ۱۲۴۰، قیمت ۲۵۰ روپے، پتہ: پوسٹ بکس نمبر ۷۷۰۳، گرگام ہیڈ پوسٹ آفس، ممبئی ۴۰۰۰۰۴۔

ماہنامہ شاعر کے اس خاص نمبر کا شہرہ اور انتظار عرصے سے تھا، اب قریب ساڑھے بارہ سو صفحات کا یہ عظیم وضخیم شمارہ شایع ہوا تو اندازہ ہوا کہ اس تاخیر کا باعث کیا تھا، اردو کے بعض رسائل اپنے ضخیم نمبروں کی وجہ سے مشہور ہیں خود شاعر نے اس سے پہلے کئی عمدہ خاص شمارے شایع کئے لیکن ایک اچھوتے موضوع پر اس قدر شاندار شمارہ کی مثال مشکل سے ملے گی، یہ پہلی جلد ہے دو اور جلدوں کا مژدہ بھی ہے، اس سے لائق مدیر اور ادارہ کی اعلیٰ حوصلگی اور ان کی غیر معمولی مشقت ومحنت اور جہد و کاوش کا بھی پتہ چلتا ہے، اردو ادب میں نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ ترقی پسندی اور جدیدیت کے شور وہمہمہ سے معمور ہے لیکن گزشتہ دو دہائیوں سے بعض اور ادبی مسلکوں اور فرقوں کا ظہور ہوا ہے، رسالہ شاعر کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ اس نے بساط ادب کے تازہ واردان کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی، اس شمارہ کا مقصد یہی ہے کہ پون صدی کے ادبی رجحانات ومیلانات کے پس منظر میں ادب کی موجودہ روش ورفتار کا جائزہ لیا جائے، رسالہ کی بنیادی وابستگی جناب سیماب اکبر آبادی کے افکار ونظریات سے ہے جس کو

دبستان اکبرآباد یا آگرہ اسکول کا نام دیا گیا ہے، ایک جگہ اس خاص نمبر کی اشاعت
کو اسی اسکول کی صد سالہ سال گرہ کے موقع سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ آغاز میں آگرہ
اسکول، جناب سیماب کی شاعری، موجودہ دور میں اس کی افادیت اور رسالہ شاعر کی
قریب ستر سال کی تاریخ، دستاویزی شکل میں پیش کی گئی ہے۔ دوسرے ابواب میں تنقید،
افسانہ، معاصر اردو شاعری، تحقیق، مذاکرے، سوانحی خاکے وغیرہ شامل ہیں جن کے تحت
بلند پایہ اور منتخب نثری و شعری نگارشات کا مینا بازار سجا دیا گیا ہے، موضوعات میں
جدت و تنوع ہے جس کا اندازہ 'شاعری سے نثر اور نثر سے شاعری' کی طرف اور
معاصر اردو افسانہ و تنقید پر مذاکرہ اور سوانحی لغت، اہل قلم کے آٹوگراف اور پتے وغیرہ
جیسے موضوعات سے ہوتا ہے، مالک رام، رام لعل اور اپندر ناتھ اشک پر خاص گوشے
بھی ہیں، افسانوں اور افسانہ نگاروں کے متعلق تنقیدی شذرے بھی جدت کے حامل ہیں،
سینکڑوں غزلوں اور نظموں کے ساتھ نظم کے زوال و بازیافت پر بہترین مقالے بھی موجود
ہیں، تنقید کے باب میں خاص طور پر عالمانہ اور فکر انگیز مقالات جمع کر دیے گئے ہیں جن کے
اسلوب و زبان سے ہم عصر ادبی لب و لہجہ کا تعین بھی ہوتا ہے۔ نظام صدیقی کے مقالے
میں ایسے کئی مقامات ہیں جو محل نظر ہیں، انہوں نے حقیقی تصوف کی 'عظیم و قدیم' روایت
کے دائرہ میں شیخ اکبر کے علاوہ آدی شنکر، پلوٹینس کو بھی شامل کر لیا ہے، ان کی نظر
میں "سرسید اور حالی کی نیچریت، عقلیت پسندی اور جزوی عقل سے پیدا ہونے والی مصلحت
بافتگی نے ہمارا رشتہ حقیقی تصوف سے توڑ دیا"، ان کی رائے میں "سرسید سے کہیں زیادہ
وسیع النظر، متوازن اور روشن دماغ تو مرزا غالب تھے"۔ اطوفیت گزیدہ، متعددی
دبدبۂ استعبادی سطح، آکٹوپسی جال، تخلیقیت کشا، زمانی سراحد جیسے الفاظ و اصطلاحات

سے پُر یہ مضمون عصر حاضر کی ژولیدہ بیانی، مشکل پسندی اور کج فکر کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے،
نسلاً بعد نسلاً کا سہو بھی موجود ہے، تاہم دیگر مقالات و مضامین شستہ، واضح اور
اس اسلوب میں ہیں جس کا نمونہ خود حضرت سیماب کی تحریریں ہیں، لائق مدیر نے والہانہ
انداز میں حمد و ثنا اور شکر و سپاس سے آغاز کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس قدر عظیم و قیع
نمبر نکالنے کی ہمت و توفیق تائید الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھی، حضرت سیماب اور اعجاز صدیقی
مرحوم کے جانشینوں سے اس حوصلہ کی توقع بھی تھی، وہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں، ہر
صاحب ذوق کے ذخیرہ کتب میں اس خاص نمبر کی موجودگی ظاہری و معنوی حسن و
افادیت میں اضافہ کا سبب ہوگی۔

سہ روزہ دعوت، ہندوستانی مسلمان (خصوصی اشاعت)، مرتبین
جناب پرواز رحمانی و جناب محمد ارشد، کاغذ و طباعت عمدہ، رنگین سرورق، صفحات
۱۴۶، قیمت ۲۵ روپے، پتہ: دفتر دعوت، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر،
نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵۔

اخبار دعوت کے خصوصی شماروں کے سلسلے کی یہ ایک اور کڑی ہے جس میں ہندوستان
کی آمد سے موجودہ صورت حال تک اسلامی ہند کے ایک جامع جائزے سے مسلمانوں کو
خود احتسابی اور خود نگری کا موقع فراہم کیا گیا ہے، دہلی سلطنت اور انگریزی دور
حکومت کے مسلم مسائل کے بعد تحریک آزادی اور آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی
تعلیمی، معاشی، سیاسی، سماجی اور لسانی مسائل پر عمدہ مضامین یکجا کیے گئے ہیں، مسلمانوں
کی تنظیموں اور اداروں کے تعارف و کارکردگی پر خاص توجہ کی گئی ہے، دعوت کے اور شماروں
کی طرح یہ نمبر بھی بڑا مفید اور مطالعہ کے لائق ہے۔

ہفت روزہ ندائے ملت حکیم عبدالحمید نمبر مرتب جناب محمد صہیب قریشی، بہترین کاغذ وطباعت، صفحات ۲۳۴، قیمت ۱۰۰ روپے، پتہ: ندائے ملت ۹۹-گوئن آباد، لکھنؤ-۱۸

ملی وملکی مسائل پر سنجیدہ، صائب اور متوازن اظہار رائے کے لئے ندائے ملت محتاج تعارف نہیں، اب اس نے اپنی اشاعت کے پینتیس سال مکمل کر لئے، اس موقع پر خصوصی اشاعت کے لئے اس نے جناب حکیم عبدالحمید دہلوی کی شخصیت کا انتخاب کیا، جن کی پیہم عمل اور مسلسل رواں دواں زندگی مسلمانان ہند کے لئے قابل فخر اور لائق تقلید اسوہ اور نمونہ ہے، ممتاز اہل قلم کی تحریروں پر مشتمل یہ شمارہ ندائے ملت کی روایات کے عین مطابق ہے، حکیم صاحب کا انٹرویو مختصر ہونے کے باوجود قیمتی ہے، آخر میں لائق مرتب نے ہمدرد کی ادویہ کا انتخاب بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے جس سے اس شمارہ کی افادیت میں اور اضافہ ہوا ہے۔

ماہنامہ رفیق منزل، شخصیت کا ارتقاء (خصوصی اشاعت) مدیر جناب منور حسین فلاحی، عمدہ کاغذ وطباعت، صفحات ۲۱۶، قیمت ۳۰ روپے پتہ: رفیق منزل، ۲۳۰-ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵۔

یہ رسالہ عرصے سے مسلمان طلبہ اور نوجوانوں کی تعمیری رہنمائی میں سرگرم عمل ہے، یہ خصوصی شمارہ بھی اسی کوشش کا ایک حصہ اور اس احساس کا نتیجہ ہے کہ انسان کی شخصیت میں پوشیدہ جسمانی وذہنی صلاحیتوں کا ادراک لازمی ہے، قرآن مجید نے احسن تقویم کی صفت کے ذریعہ اس کا علم وشعور بھی عطا کیا، موجودہ دور میں شخصیت اور خودی کی بازیافت ضروری ہے، اس مقصد کے لئے شخصیت اور اس کے مختلف پہلوؤں سے

متعلق بڑی کارآمد اور مفید تحریریں یکجا کی گئی ہیں، مطالعہ وامتحان، مقابلہ اور انٹرویو وغیرہ کے متعلق مشورے اور ہدایتیں ہر حوصلہ مند طالب علم کے مطالعہ کے لائق ہیں، ایسا بامقصد نمبر نکالنے کے لئے یہ رسالہ لائق ستائش ہے۔

سہ ماہی ادیب اردو تعلیم وصحافت نمبر مدیر جناب سید انور سعید، عمدہ کاغذ وکتابت وطباعت، صفحات ۱۲۴، قیمت ۳۰ روپے، پتہ: جامعہ اردو، میڈیکل کالج روڈ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲۔

اردو زبان وادب کو درپیش مسائل میں تعلیم کا مسئلہ خاص طور پر اہم اور فکر وتشویش کا باعث ہے، اردو صحافت کے مسائل بھی کچھ کم اہم نہیں، اس شمارہ میں ان دونوں موضوعات پر پروفیسر رالف رسل، رضا علی عابدی، دردانہ انصاری، ڈاکٹر اطہر فاروقی اور محمد احسن نیازی کی تحریریں اس احساس کے ساتھ پیش کی گئی ہیں کہ ان کے مثبت اور دوررس اثرات مرتب ہوں گے، پروفیسر رسل نے اپنے تجربات کی روشنی میں لکھا کہ "چاہے کتنی بھی مشکلات درپیش کیوں نہ ہوں محبان اردو کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اردو کی تعلیم کے حصول کا انتظام خود کریں"، ان کے خیال میں اردو کے تحفظ کے لائحہ عمل کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اردو کی مہارت رکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو، انہوں نے برطانیہ میں تارکین وطن کی جز وقتی تعلیم کے کامیاب تجربہ کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان میں بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی، پروفیسر دردانہ انصاری نے اپنے مضمون "اردو تعلیم کیوں ضروری ہے" میں جرات سے لکھا کہ اگر اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیا جاتا ہے تو اس میں شرمساری کی کون سی بات ہے، بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اتنی بڑی اقلیت کی میراث ہونے کے باعث اسے غیر معمولی اور خصوصی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

ع۔ص۔

مطبوعات جدیدہ

خود نوشت افکار سر سید از جناب ضیاء الدین لاہوری، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و طباعت، مجلد صفحات ۲۷۲، قیمت ۲۰۰ روپے، پتہ: فضلی بک سپر مارکیٹ، ۳۔ ماما پارسی بلڈنگ، اردو بازار، کراچی، پاکستان۔

اس کتاب کے فاضل مولف کی ایک اور تالیف خود نوشت حیات سر سید کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے، زیر نظر کتاب گویا اس کا دوسرا حصہ ہے جس میں مذہب، تہذیب و تمدن، تاریخ و سیاست اور تعلیم کے متعلق سر سید کے عقائد و افکار و خیالات کو خود ان کی تحریروں کے ذریعہ اسی دیدہ ریزی اور کاوش و سلیقے سے پیش کیا گیا ہے جس کی مثال خود نوشت حیات سر سید ہے، ترتیب و تدوین کے اس انوکھے اور منفرد تجربے سے سر سید کے عقائد و نظریات سے براہ راست اصل مصادر کے حوالے سے واقفیت ہوتی ہے، سر سید کے تحریری سرمایے کی وسعت و کثرت کے پیش نظر یہ مشکل مرحلہ تھا، زیر نظر کتاب نے بڑی خوبی سے اسے آسان بنا دیا، سر سید کے مذہبی معتقدات خاص طور پر موضوع بحث بنے، سیاسی و تعلیمی خیالات سے بھی اختلاف کیا گیا، ان کے جمع و تدوین کا عمل احتیاط و دیانتداری کا متقاضی تھا، جس کا اندازہ مراجع اور حوالوں کی کثرت سے ہوتا ہے، فاضل مولف نے آغاز میں تفصیل سے اس سلسلے میں اظہار خیال کیا مثلاً سر سید کے بعض خیالات کو متروک ظاہر کیا جاتا ہے یا متروک خیالات کو اصل قرار دے کر ان کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے، ایسے خیالات کی نشاندہی کے لیے سنین کے اندراج کا التزام بھی کیا گیا ہے کہ زندگی کے آخری

دور کے خیالات یا ایسے نظریات جن کی تردید موجود نہ ہو وہی عموماً اصل تسلیم کئے جاتے ہیں، کتاب کا مقصد اصل تصویر کی نقاب کشائی کرنا ہے جس سے صاحب تصویر کے صحیح مقام کا تعین ہو سکے، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری کی دلچسپ اور تکمیلی تحریر بھی شامل کتاب ہے ہم ان کے اس خیال سے متفق ہیں کہ "اس کتاب کی پذیرائی اصحاب ذوق و فکر اور اہل علم و عمل کے ہر دائرے میں کی جائے گی"۔

قرطاس اقبال از جناب پروفیسر محمد منور، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و طباعت، مجلد صفحات ۳۲۸، قیمت ۱۷۵ روپے، پتہ: اقبال اکادمی ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور، پاکستان۔

علامہ اقبال کے کلام و پیام کے فروغ و اشاعت میں پاکستان کی اقبال اکادمی کی بلند پایہ کتابوں کے سلسلہ کی زیر نظر کتاب نئی کڑی ہے فاضل مولف کو مطالعہ اقبال میں ان کی متعدد اردو اور انگریزی تصانیف کی وجہ سے بلند و ممتاز مقام حاصل ہے، اس کتاب میں مختلف موضوعات پر ان کی قریب تیس تحریریں شامل ہیں، بعض اشعار کی توضیح و ترجمانی کے علاوہ اجتہاد، ختم نبوت، تصوف، اصول حرکت اور وحدت افکار کے متعلق علامہ اقبال کے خیالات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، قائد اعظم، چودھری رحمت علی اور تحریک پاکستان کے متعلق مضامین خاص طور پر مطالعہ کے لائق ہیں جن میں بعض ایسے نکتہ چینوں کا رد ہے جو بقول مصنف "تحریک پاکستان کی تاریخ کو دھندلانا" اور "علامہ اقبال و قائد اعظم کے متعلق برصغیر کے مسلمانوں کے ذہن کو الجھانا چاہتے ہیں"۔ اس مجموعہ مضامین کے متعلق یہ احساس بجا ہے کہ یہ فکر اقبال کی بہترین ترجمانی کے ساتھ قاری کا تعلق زندہ مسائل سے بھی جوڑتے ہیں۔

ٹمل ناڈو میں اردو از جناب علیم صبا نویدی، متوسط تقطیع عمدہ کاغذ اور کتابت وطباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۳۴۴، قیمت ۲۵۰ روپے

پتہ: مکتبہ جامعہ لیمٹڈ، دہلی، ممبئی، علی گڑھ اور ۲۶-۱ امیر النساء بیگم اسٹریٹ، ماونٹ روڈ، چنئی - ۶۰۰۰۰۲ -

جنوبی ہند خصوصاً ٹمل ناڈو میں اردو کے آغاز وارتقا اور وہاں کے اصحاب علم وفضل اور ادبا وشعراء کی تاریخ کی تحقیق وتدوین کے لئے جناب علیم صبا نویدی محتاج تعارف نہیں، وہ جس تن دہی اور انہماک سے مسلسل کتابیں شایع کرتے جاتے ہیں وہ حیرت اور رشک کا سبب ہے، زیر نظر کتاب بھی اسی تسلسل کا ایک حصہ ہے، جس میں شریف مدراسی (م ۱۹۰۱ھ/ ۱۸۲۴ء) سے رضا آمری (پ ۱۹۶۰ء) تک قریب ۲۱۲ شاعروں کے حالات اور نمونۂ کلام کو یکجا کیا گیا ہے، یہ تذکرہ ساڑھے تین سو صفحات پر محیط ہے، اس طرح یہ اصلاً تذکرہ شعرائے ٹمل ناڈو ہے، مقدمہ میں بھی یہی نام ہے، لیکن شاید تصنیف وتالیف، تنقید، افسانہ، صحافت اور خطاطی جیسے ابواب کے اضافہ کے بعد موجودہ نام مناسب سمجھا گیا، صحافت کا باب خاص طور پر لائق ذکر ہے جس میں ۱۸۴۱ء میں شایع ہونے والے ہفتہ وار جامع الاخبار سے ماہنامہ نقطہ نظر (۱۹۸۶ء) تک ۸۳ اخبارات ورسائل اور ان کے مدیروں کا ذکر مع سن ومقام اشاعت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدراس میں اردو کا پہلا اخبار ٹامل زبان کے اولین اخبار سے چودہ سال پہلے شایع ہوا تھا، ایک اور باب میں وہاں کے عربی مدارس کی اردو خدمات کا جائزہ بھی دلچسپ ہے۔

ع - ص -